Ansari Memorial Series

شیخ الاسلام ڈاکٹر

محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری

اور پاکستانی صحافت

علامہ ڈاکٹر حامد علی علیمی

ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز

ڈاکٹر انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق پاکستانی اخبارات، رسائل و جرائد وغیرہ میں شائع ہونے والے مضامین، تاثرات، تعزیتی پیغامات اور تصاویر کا مجموعہ بنام

شیخ الاسلام حافظ ڈاکٹر

محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ

اور

پاکستانی صحافت

مؤلف

ڈاکٹر حامد علی علیمی

(ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی)

ناشر

ادارۂ تحقیق و نشریاتِ اسلامی، ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز،

اسلامک سینٹر، بلاک بی نارتھ ناظم آباد کراچی

021-36627021, 021-36644156

نام کتاب : ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری ؒ اور پاکستانی صحافت

تالیف : ڈاکٹر حامد علی علیمی

طبعِ اوّل : جمادی الاولیٰ، ۱۴۳۷ھ / فروری ۲۰۱۶ء

تعداد: : ۵۰۰

صفحات : ۲۰۰

قیمت : Rs. 220/-

ناشر : ادارۂ تحقیق و نشریاتِ اسلامی، ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز،
اسلامک سینٹر، بلاک بی نارتھ ناظم آباد، کراچی
021-36627021, 021-36644156
Web site: www.wfim.org
E-mail: info@wfim.org

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

انتساب

مادرِ علمی کے دو عظیم اساتذۂ کرام کے نام، جن کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی
میری مراد شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد حسن حقانی اشرفی اور سابق قاضی القضاۃ افغانستان شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد نصر اللہ خان رحمۃ اللہ علیہما۔ جن کے سایۂ عاطفت میں آنے والوں میں راقم بھی رہا اور یہ بڑی سعادت کی بات ہے۔۔۔۔۔۔
ان کے بعد اپنے والدین مرحومین کے نام، جن کی تربیت نے مجھے چند حروف لکھنے کے قابل بنایا۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ ان سب کے فیض کو جاری وساری رکھے، آمین۔۔۔!

نگاہِ کرم کا طالب

ڈاکٹر حامد علی علیمی

Contact: 0321-2937062
hamidali41@gmail.com

فہرستِ مضامین

سخنِ انصاری

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ○

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں اپنے پیارے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں پیدا کیا اور اپنے پسندیدہ دین "اسلام" کی خدمت کا موقع عنایت فرمایا۔ الحمد للہ ہم والدِ محترم ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے لگائے ہوئے "عظیم گلستان" کی خدمت گزاری کا کام ایک عرصہ سے انجام دے رہے ہیں۔ ہم نے کچھ عرصہ قبل "سلسلۂ اشاعت بیاد ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری قادری رحمۃ اللہ علیہ" کے عنوان سے اردو اور انگریزی کُتب کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا تھا، جو بحمد اللہ بحسن وخوبی جاری وساری ہے۔

میرے لیے یہ انتہائی خوشی کی بات ہے کہ اس بار بھی ہم والدِ ماجد کے عرس مبارک کے موقع پر نئی تحریروں کی اشاعت کا اہتمام کر رہے ہیں۔ ان میں ہمارے محترم ڈاکٹر حامد علی علیمی کی علمی و تحقیقی کاوش "ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ اور پاکستانی صحافت" بھی شامل ہے۔ یہ اہم تاریخی دستاویز پر مشتمل کتاب ہے۔ اس کا مطالعہ جامعہ علیمیہ کے ہر طالبِ علم کے لیے ناگزیر ہے۔

ڈاکٹر حامد کئی سال سے مسلسل ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کی حیات کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق کر رہے ہیں، اس سے پہلے انہوں نے ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کے انگریزی خطبات کا اردو میں ترجمہ کیا تھا، جو ادارۂ تحقیق و نشریاتی اسلامی (ورلڈ فیڈریشن) سے دو حصوں میں شائع ہو چکا ہے، اس کے ساتھ ساتھ گزشتہ سال (۲۰۱۵ء) ڈاکٹر علیمی صاحب نے اردو زبان میں ایک ضخیم تحقیقی کام ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات پر کیا۔ ان تمام چیزوں پر محترم حامد صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں۔

ہم زیرِ نظر کتاب کو بھی Ansari Memorial Series کی ایک کڑی کے طور پر "ادارۂ تحقیق و نشریاتِ اسلامی" سے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کام کو قبول فرمائے اور ہمیں اس مقدس مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق بخشے۔ آمین!

مصطفیٰ فاضل انصاری

(صدر، ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز)

حدیثِ دل
(معروضاتِ علیمیؔ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

اما بعد:

حضرت علامہ مولانا حافظ ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ سیّاح عالم، مبلغ، مفکر، محقق، مصنف، صحافی، جامع علومِ شرقیہ و غربیہ، عالم شریعت، سالکِ راہِ طریقت، فاضل فلسفۂ جدیدہ و دیگر علوم حاضرہ تھے۔ پاکستان کے علاوہ دنیا بھر کے مشہور و معروف اخبارات اور رسائل و جرائد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے شیخ شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے ی تحریرات اور ان سے متعلق خبریں شائع ہوتی رہیں اور تا دمِ تحریر ہو رہی ہیں۔ بحث و تحقیق کے میدان میں مستند خبارات اور رسائل وجرائد کی بڑی اہمیت رہی ہے، اس لیے کہ یہ ایک معتبر ماخذ مانے جاتے ہیں۔

راقم کی دلی خواہش ہے کہ مولانا انصاری اور مبلغِ اسلام سے متعلق ممکنہ تمام مآخذ و مراجع کی اصل یا نقول جمع کرے، اس سلسلے میں اب تک کی جانے والی کوشش و کاوش انتہائی تسلی بخش ہے۔ الحمد للہ کئی ایک مستند مآخذ اپنی اصلی یا نقول کی صورت میں راقم کی لائبریری کی زینت بن چکے ہیں۔ ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے پاکستانی صحافت میں بہت کچھ شائع ہوا، حیاتِ انصاری پر بحث و تحقیق کرنے والے کے لیے اس مواد سے استفادہ ناگزیر ہے۔

گذشتہ سال (۲۰۱۵ء) مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے پُر مسرت موقع پر راقم کی ایک ادنیٰ کاوش ادارۂ تحقیق و نشریاتِ اسلامی، کراچی سے صاحبزادہ مصطفیٰ فاضل انصاری کی زیرِ سرپرستی شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد راقم نے مولانا انصاری کے مشائخ چشتیہ و قادریہ کے حالاتِ زندگی قلم بند کرنے شروع کیے، جس پر بحمد اللہ تسلی بخش پیش رفت ہوئی ہے اور یہ بھی بحسن وخوبی جاری وساری ہے۔

وجہِ تالیف:

تاہم دورانِ بحث و تفحص کراچی میں واقع لیاقت نیشنل لائبریری سے قدیم اخبارات کے سیکشن سے ۱۹۷۴ء جون ومابعدہ کے اردو وانگریزی اخبارات سے ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق کافی مواد ملا، جسے کیمرہ کی مدد سے محفوظ کر لیا، پھر ارادہ کیا کہ اسے بعض دیگر مواد کے ساتھ ملا کر ایک مختصر تحریری کام عرسِ مبارک کے موقع پر محبینِ انصاری کی نذر کر دیا جائے۔ لہٰذا توکلاً علی اللہ اس کام کا آغاز گذشتہ ماہ (جنوری ۲۰۱۶ء) کیا، جو بحمد اللہ مکمل ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس کتاب میں کیا ہے۔۔۔؟

زیرِ نظر کتاب میں ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحافتی خدمات کو ذکر کیا گیا ہے، اس سلسلے میں پاکستان کے اردو اخبارات میں سے روزنامہ جنگ کراچی، روزنامہ حریت کراچی، روزنامہ جسارت کراچی، روزنامہ مشرق وغیرہ سے مواد لیا گیا ہے، جبکہ انگریزی اخبارات میں سے روزنامہ ڈان کراچی اور دی سن کراچی وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

اخبارات کے علاوہ ماہنامہ اُفق کراچی، شش ماہی تحقیقی مجلہ "الایام" کراچی، ماہنامہ الاشرف کراچی اور مقالات شامِ ہمدرد کے مضامین بھی شامل کیے گئے ہیں۔ ان سب کے علاوہ مفتی محمد ذہیب سمول (استاد جامعہ علیمیہ) کا ایک وقیع مقالہ، پیر فضل الرحمن آغا مجددی حفظہ اللہ کی ڈاکٹر انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا ذکر، مفتی اعجاز احمد صاحب کی لکھی ہوئی ایک منقبت، محمد احمد ترازی اور ڈاکٹر محمد سہیل شفیق صاحب کے لکھے ہوئے تبصروں کو بھی بطور حوالہ اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ اخباری مضامین جدید کمپوزنگ کے ساتھ ہیں، جبکہ آخر میں "عکسی نوادرات" کے نام سے اُن میں سے بعض کا عکس دیا گیا ہے۔ الحمد للہ اردو زبان میں ہونے والا اپنی نوعیت کا یہ پہلا منفرد کام ہے۔

راقم کو اُمید ہے کہ یہ کتاب ایک مستند تاریخی ماخذ شمار کی جائے گی، اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال رہی تو آئندہ سال "ڈاکٹر انصاری اور عالمی صحافت" کے نام سے بھی ایک کتاب ترتیب دینے کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے یہ اُمید بھی برلائے، آمین۔۔۔!

اِظہارِ تشکر:

اس کی ترتیب اور طبع میں جو تعاون کرتے رہے، اللہ تعالیٰ ان سب کو دارین کی سعادتوں سے حصہ عطا فرمائے، خصوصاً

۱۔ صاحبزادہ مصطفیٰ فاضل انصاری، (صدر ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز)

۲۔ حافظ ڈاکٹر محمد سہیل شفیق، استاد جامعہ کراچی۔

۳۔ معروف قلم کار محمد احمد ترازی، کراچی۔

۴۔ مفتی محمد ذہیب سمول، استاد جامعہ علیمیہ۔

۵۔ مفتی ابو محمد اعجاز احمد صاحب ماہرِ تعلیم۔

۶۔ برادرم ڈاکٹر حافظ فیصل احمد سر فراز علیمی۔

۷۔ محترم جاوید علی، (لیاقت میموریل لائبریری کراچی)۔

اور ۸۔ حافظ محمد عمر (فاضل جامعہ علیمیہ)

اے اللہ! تو ان سب کو دین و دنیا کی سعادتیں اور بھلائیاں عطا فرما، ہم سب کو مولانا انصاری کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرما اور اے اللہ! ہم سب کو اپنے حبیب کریم کے صدقے اُن لوگوں میں داخل فرمالے جو تیرے وجہِ کریم کی زیارت سے مشرف ہونگے۔۔! آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

اس کاوش میں جو حُسن وخوبی نظر آئے گی، وہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور اسکے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کرم اور بزرگانِ دین واولیائے کاملین خصوصاً مولانا انصاری اور آپ کے شیخ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان ہے نیز اس میں جو غلطی یا خامی نظر آئے وہ یقیناً مؤلف کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ زلّتِ فکر و قلم سے محفوظ فرما کر اِصابتِ فکر و قلم عطا فرمائے، آمین! بجاہ النبی الأمین صلی اللہ علیہ وسلم

ڈاکٹر حامد علی علیمی، کراچی

(۱۱ر فروری ۲۰۱۶ء بروز جمعرات)

مختصر تعارف شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر حامد علی علیمی

خاندانی پس منظر:

مولانا انصاری کے خاندان کا تعلق ابتداءً مدینہ منورہ سے ہے، جہاں ان کے جدِ امجد حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ رہا کرتے تھے۔ آپ کا شمار اسلام کے جانباز مجاہدین میں ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قسطنطینیہ کی مہم پیش آئی، تو اس میں نمایاں حصہ لیا اور وہیں وفات پائی۔ آپ کی قبر کے پاس بطور یادگار ایک مسجد تعمیر کی گئی، جو ترکی کی قدیم ترین مساجد میں سے ہے۔

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر بہت سے اجداد کرام اسلامی تاریخ میں بحیثیت ممتاز علماء اور مشائخِ طریق گزرے ہیں۔ ان سب نے دنیا کے مختلف ممالک میں تبلیغ واحیائے دین کی جلیل القدر خدمات انجام دیں۔ آخری دور میں مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے پر نانا حضرت مولانا کریم بخش انصاری المعروف "میاں جی" (مظفر نگر، بھارت) کا تذکرہ ملتا ہے، یہ بھی سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے بزرگ اور اپنے دور کی مشہور شخصیت گزرے ہیں۔

مولانا انصاری کے والد مولانا محمد خلیل انصاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے جملہ اہلِ وعیال اور متعلقین کے ساتھ میرٹھ میں مستقل سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ مولانا فضل الرحمن

انصاری قادری رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش بھی شہر میرٹھ میں ہوئی تھی۔ ذیل میں ہم مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق اختصار سے لکھتے ہیں۔

مولانا محمد خلیل انصاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے تیرہ اولادوں سے نوازا تھا، ان میں چھ بھائی جبکہ سات بہنیں شامل ہیں۔ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے بھائیوں میں تیسرے نمبر پر ہیں۔

نام ونسب:

نام محمد فضل الرحمٰن بن مولانا محمد خلیل انصاری ہے۔ مولانا محمد خلیل کا وصال ۱۹۵۵ء میں ہوا۔

والدہ ماجدہ کا نام حسن آراء بیگم بنت علی حسن بن کریم بخش تھا۔ یہ پاک سیرت ونیک طینت خاتون ۱۹۴۳ء میں اپنے خالقِ حقیقی سے جاملی۔

وجہِ تسمیہ:

آپ کی والدۂ ماجدہ کے تایا، سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے نامور شیخ اور عالم دین حضرت مولانا مشتاق احمد انصاری انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے گنج مراد آباد کے شہرۂ آفاق ولیِ کامل قطب الاقطاب مولانا شاہ فضل الرحمن قدس اللہ سرّہ العزیز کے نامِ نامی پر "فضل الرحمٰن" رکھا۔

ولادت وجائے ولادت:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت جمعہ کے دن ۱۴/ شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ مظفر نگر یوپی (انڈیا) میں، محمد خلیل انصاری صاحب کے ہاں ہوئی۔

القاب: عظیم مفکر، مبلغِ اسلام اور شیخ الاسلام ہیں۔

حفظِ قرآن کریم:

مولانا انصاری شروع ہی سے نہایت قوی حافظہ اور غیر معمولی ذہانت کے حامل تھے اور یہی سبب ہے کہ ان کا پورا تعلیمی دور، خواہ اس کا تعلق علوم دینیہ سے ہو یا علوم جدیدہ سے، نہایت درخشندہ اور ممتاز رہا ہے۔

۱۹۱۹ء میں ''بسم اللہ'' کی رسم حسب دستور خاندانی چار سال چار ماہ چار دن کی عمر میں ''مدرسہ اسلامیہ مظفر نگر'' میں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا۔ دو سال کے مختصر عرصہ میں ۱۹۲۱ء میں حفظ مکمل کر کے حفظِ قرآن کی سند حاصل کی۔ اسی سال آپ کے والدِ ماجد مولانا محمد خلیل انصاری اپنے خاندان سمیت مظفر نگر سے میرٹھ آکر آباد ہوئے۔

درسِ نظامی:

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۲۱ء میں مستقل طالبِ علم کی حیثیت سے ''مدرسہ اسلامیہ میرٹھ'' میں درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھنا شروع کیں، یہی وہ مدرسہ ہے جہاں آپ نے پہلی مرتبہ عربی و فارسی زبان بھی سیکھی اور یہ سلسلۂ تعلیم ۱۹۲۴ء تک جاری رہا۔ اس کے بعد بطور غیر رہائشی طالبِ علم کے اوقاتِ مدرسہ میں تعلیم جاری رکھی اور ۱۹۳۳ء میں یہاں سے سندِ فراغت حاصل کی۔

۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۶ء تک آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علّامہ سیّد سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ، صدر شعبہ علومِ اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی علیگڑھ سے قرآن وحدیث کے علاوہ علم الکلام اور تصوّف کی کتابیں پڑھیں۔

آپ نے ۱۹۴۱ء میں مسلم یونیورسٹی علیگڑھ سے علومِ دینیہ کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا، اس میں بنیادی مضامین یہ تھے: قرآن، حدیث، فقہ، اُصولِ فقہ، تفسیر، اُصولِ تفسیر، اُصولِ حدیث اور فرائض۔

دنیاوی تعلیم:

مولانا انصاری نے ۱۹۲۴ء میں درسِ نظامی کی تعلیم پرائیوٹ طور پر جاری رکھی اور انگریزی تعلیم کے لیے "میرٹھ کالج" میں داخلہ لیا۔ ۱۹۳۱ء میں جبکہ آپ کی عمر تقریباً سترہ (۱۷) سال تھی، آپ نے مختلف انگریزی رسائل میں مختلف علمی مضامین لکھنا شروع کیے۔

مولانا انصاری نے ۱۹۳۳ء میں "میرٹھ کالج" سے ایف۔ ایس۔ سی کا امتحان پاس کیا اور اسی سال "مدرسہ اسلامیہ میرٹھ" سے فارغ التحصیل ہو کر مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ میں داخلہ لیا۔

آپ نے ۱۹۳۵ء میں بی۔ اے اور بی۔ ایس۔ سی دونوں کا امتحان ایک ساتھ دیا اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔ بی اے میں خصوصی طور پر انگریزی ادب، فلسفہ، عربی، انگریزی، دینیات اور اردو جیسے مضامین منتخب کیے۔ دوسرا گولڈ میڈل جرمن زبان میں حاصل کیا، جبکہ آپ کو تیسرا گولڈ میڈل فلسفے میں ۹۸ فیصد نمبر

حاصل کرنے پر ملا، یہ برِّصغیر میں فلسفے میں اتنے نمبر حاصل کرنے کا نیا ریکارڈ ہے جو تاحال بر قرار ہے۔ اس کے علاوہ بی۔اے میں فلسفہ کے پرچہ میں انعام کے مستحق ہوئے جبکہ عربی کے پرچہ میں ''حقی انعام'' سے نوازے گئے۔

ایم۔اے:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف مضامین میں ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی مثلاً آپ نے اپنے طور پر ''سیاسیات'' (Political Science) اور ''معاشیات'' (Economics) میں ایم۔اے کیا، اس کے علاوہ ۱۹۴۲ء میں فلسفہ میں ایم۔اے کا امتحان فرسٹ کلاس میں پاس کیا، اس میں اہم مضامین یہ تھے: Metaphysics (علمِ الٰہیات/ما بعد الطبیعیات)، Ethics (علمِ اخلاقیات)، Psychology (علمِ نفسیات)، History of Philosophy (تاریخِ فلسفہ) اور Muslim Philosophy۔

پی۔ایچ۔ڈی:

۱۹۳۹ء میں آپ جرمنی کے شہر برلن کی Alexander von Humboldt Stephen University میں بہ طور ریسرچ فیلو چنے گئے، آپ اعلیٰ تعلیم کے لیے جرمنی جانا چاہتے تھے کہ دوسری عالمی جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے نہ جاسکے۔ اس کے بعد آپ نے B.Th (بیچلر آف تھیالوجی) کا کورس اختیار کیا۔

اسی سال آپ Philosophical Society of Aligarh University کے نائب صدر رہے اور یہی وہ سال ہے کہ جس کے ماہِ اگست میں عالمی شہرت یافتہ فلسفی ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن ڈائریکٹر آف ریسرچ چُنے گئے۔

۱۹۴۲ء ہی میں ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن کی زیرِ نگرانی آپ نے "اسلامی اخلاق اور فلسفہ ما بعد الطبیعات" (Islamic Moral and Metaphysical Philosophy) میں ڈاکٹریٹ کے لیے تحقیق شروع کی۔ ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن نے مولانا انصاری کے اس تحقیقی کام کی بہت تعریف کی، اُن کے علاوہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ نے کہا کہ اُنھیں یقین ہے کہ مولانا محمد فضل الرحمٰن انصاری کی تحقیق فلسفیانہ فکر کے لیے بہت اہم ثابت ہوگی۔ اسی سال آپ کو آفتاب ہوسٹل مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کا وارڈن بنایا گیا، ۱۹۴۵ء تک آپ اس ہوسٹل کے وارڈن رہے۔

۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۷ء تک آپ پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے تحقیق کرتے رہے، جب یہ تحقیق مکمل ہوگئی تو اُن دنوں ہندوستان میں ہنگامے شروع ہوگئے، ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن کراچی چلے گئے، اس منتقلی میں اُن کے پاس مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا گراں قدر مقالہ گُم ہو گیا۔ پاکستان بننے کے تھوڑے عرصے بعد ۱۹۴۹ء میں ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن کا انتقال ہو گیا۔ اس طرح مولانا انصاری کی خواہش پوری نہ ہو سکی اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری وصول کرنے سے محروم رہ گئے۔ اس تحقیقی مقالہ کی دوسری نقل مولانا انصاری کی ذاتی لائبریری میں تھی، جب آپ نے پاکستان ہجرت کی تو آپ کی لائبریری لوٹ لی گئی اور امرتسر کے مقام پر آپ کی کُتب چھین لی گئیں، یہ واقعہ نومبر ۱۹۴۷ء کا ہے۔ اس طرح آپ کے دونوں مسوّدے ضائع ہوگئے اور کئی سال کی محنت اور تکلیف دہ تحقیق ضائع ہوگئی۔ آپ روزانہ کئی سو صفحات کا گہرا مطالعہ کرتے تھے۔

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اور مختلف علوم وفنون:

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کو جن علوم وفنون میں دست رس حاصل تھی، ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ علم القرآن (جس میں تفسیر اور اس سے متعلقہ علوم شامل ہیں)

۲۔ علم الحدیث

۳۔ علم الکلام (خصوصاً اشعری وماتریدی)

۴۔ علم الفقہ (خصوصاً فقہِ حنفی وشافعی)

۵۔ لغت، عربی، اردو، فارسی، انگریزی اور جرمن۔

۶۔ علم معاشیات (Economics)

۷۔ علم عمرانیات (Sociology)

۸۔ علم تاریخ (History)

۹۔ تاریخِ فلسفہ (History of Philosophy)

۱۰۔ مسلم فلسفہ (Muslim Philosophy)

۱۱۔ Meta Philosophy

۱۲۔ علمِ قانون (Law Courses)

۱۳۔ علمِ طب (ہومیوپیتھک)

۱۴۔ علم قراءت وتجوید

۱۵۔ فنِ خطابت۔

۱۶۔ فنِ تحریر

۱۷۔ علمِ تصوف

۱۸۔ سائنس (قدیم وجدید)

۱۹۔ علم حساب / ریاضی (Mathematics)

۲۰۔ فلسفہ

۲۱۔ علم النفس / نفسیات (Psychology)

۲۲۔ طبعیات / مابعد الطبعیات (Physics & Meta Physics)

۲۳۔ فزیکل سائنس (Physical Science)،

۲۴۔ میتھالوجی (Mythology)،

۲۵۔ تاریخِ تہذیب وثقافت (History of Civilizations & Cultures)

۲۶۔ تقابلِ ادیان

۲۷۔ اسلام کا اخلاقی فلسفہ اور اخلاقی ضابطہ

۲۸۔ اسلامی سیاسی نظریہ اور نظام

اور ۲۹۔ اسلامی معاشی نظریہ اور نظام وغیرہ علوم وفنون میں آپ کا وسیع مطالعہ تھا اور ان کی تعلیم وتدریس کرتے رہے۔

غرض یہ کہ علم حاصل کرنے کی پیاس تمام زندگی اُن کے ساتھ رہی۔ علیگڑھ میں قیام کے دوران آپ نے طب کے متعلق بھی پڑھا، خاص طور پر آپ ہومیو پیتھک میں بہت دل چسپی لیتے تھے۔ ہندوستان کے مشہور ڈاکٹر چوہدری آپ

کے استاد تھے۔ کچھ سالوں بعد کراچی میں ۲۹/ ستمبر ۱۹۶۶ء میں آپ کا نام مستند ہومیوپیتھک ڈاکٹرز میں درج کرلیا گیا۔

تبلیغی دوروں کا آغاز:

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عمر مبارک میں پانچ مرتبہ دنیا بھر کے مختلف ملکوں کا عالمی تبلیغی دورہ فرمایا، جبکہ اس کے علاوہ مختصر تبلیغی دورے بھی مخصوص ممالک کے فرمائے اور وہاں دینِ اسلام کے پیغام کو کما حقّہ پہنچایا، بے شمار افراد آپ کے دستِ حق پرست پر تائب ہوئے اور دینِ اسلام کو قبول کیا، نیز مسلمانوں نے بھی اپنی زندگیوں کو قرآن وسنت کے احکام کے مطابق ڈھالا، چنانچہ ذیل میں مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے اِن تبلیغی دوروں کو بیان کیا جاتا ہے:

پہلا تبلیغی دورہ:

۱۹۴۹ء میں مبلغِ اسلام مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے حجازِ مقدس سے خط لکھ کر مولانا انصاری کو بلایا اور حطیمِ کعبہ میں بیعت وخلافت سے نوازنے کے بعد تبلیغی دورے کا آغاز کیا، مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ پہلا تبلیغی دورہ تھا جو تقریباً پونے دو سال، یعنی: پندرہ ماہ تک جاری رہا۔ اس دورہ میں عالمِ اسلام کے اِن عظیم مبلغوں نے پانچ برِ اعظموں کے ممالک کا دورہ کیا، ان ممالک میں مشرقِ وسطیٰ، یورپ، افریقہ، شمالی اور جنوبی امریکہ کے ممالک شامل ہیں۔

چنانچہ ایشیا کے ممالک میں حجازِ مقدس، اُردن، شام، عراق، سری لنکا، ملائشیا، انڈونیشیا، فلپائن اور جاپان، یورپ کے ممالک میں برطانیہ، فرانس اور اٹلی،

افریقہ کے ممالک میں مصر جبکہ جنوبی وشمالی امریکا کے ممالک میں کینیڈا، ٹرینڈاڈ وٹوبیگو، برٹش گیانا اور سرینام وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان دونوں حضرات نے ان ممالک میں دینِ اسلام کا پیغام بحسن وخوبی لوگوں تک پہنچایا اور کامران وشادکام واپس تشریف لائے۔

دوسرا تبلیغی دورہ:

۱۹۵۷ء میں آپ نے دنیا کے سترہ ممالک کا تبلیغی دورہ کیا، یہ دورہ تقریباً پانچ ماہ تک جاری رہا۔ جن ممالک کا تبلیغی دورہ کیا وہ یہ تھے: ایشیا کے ممالک میں ملائشیا، تھائی لینڈ، فلپائن، ہانگ کانگ، جاپان، شام اور عراق، ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں کینیڈا، ٹرینڈاڈ وٹوبیگو، برٹش گیانا اور سرینام وغیرہ، جبکہ یورپ کے ممالک میں برطانیہ، ہالینڈ اور ترکی وغیرہ شامل ہیں۔

تیسرا تبلیغی دورہ:

۱۹۶۰ء میں آپ نے تیسرے عالمی تبلیغی دورے کا آغاز کیا اور ایشیا کے ممالک میں ملائشیا، فلپائن، ہانگ کانگ، تائیوان، جاپان، اُردن اور عرب، یورپ کے ممالک میں برطانیہ اور سوئٹزرلینڈ، افریقہ میں مصر، جبکہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں کینیڈا، ٹرینڈاڈ وٹوبیگو، برٹش گیانا اور سرینام میں اسلام کے مختلف موضوعات پر لیکچر دیے۔ یہ تبلیغی دورہ آٹھ ماہ تک جاری رہا۔

مئی تا اگست ۱۹۶۲ء میں آپ نے اکیڈمی آف اسلامک اسٹڈیز کوئٹہ کے زیرِ اہتمام علما کے فقہ اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سیمینار منعقد کروائے۔ آپ اس

اکیڈمی میں اسلامک اسٹڈیز کے پروفیسر تھے، اس کے علاوہ مذہبی فلاسفی اور Comparative Religion (تقابلِ ادیان) کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ ۱۹۶۳ء میں آپ اسلامی یونیورسٹی بہاول پور میں صدر شعبہ تصوّف واخلاق مقرر ہوئے لیکن دوسرے فرائض کے پیشِ نظر آپ نے اس ملازمت کو اختیار نہ کیا۔

چوتھا تبلیغی دورہ:

۱۹۶۴ء میں آپ نے بغیر تنخواہ کے کراچی یونیورسٹی سے پانچ سال کی رخصت لی تاکہ آپ علیمیہ انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کو بہتر طریقے سے چلا سکیں۔ اسی سال آپ نے کراچی سے اُردو اور گجراتی زبان میں ماہنامہ "منزل" جاری کیا اور چوتھی مرتبہ دنیا کے مختلف ممالک کا تبلیغی دورہ کیا جو کہ پانچ ماہ تک جاری رہا۔ اس مرتبہ آپ نے ایشیا کے ممالک میں ہانگ کانگ اور جاپان، یورپ میں برطانیہ اور جرمنی جبکہ جنوبی وشمالی امریکہ میں ٹرینڈاڈ وٹوبیگو، برٹش گیانا، سرینام، نیو یارک اور کینیڈا کا دورہ کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے چوتھے کام یاب عالمی دورے کے اختتام پر ۸/اکتوبر ۱۹۶۴ء کو کراچی واپس تشریف لائے، آپ نے برطانیہ، جرمنی، ٹرینڈاڈ، سرینام، نیو یارک، کینیڈا، جاپان اور ہانگ کانگ کا تین ماہ تک دورہ کیا اور ممتاز مسیحی افراد کو مشرّف بہ اسلام فرمانے کے علاوہ ان ممالک میں لاکھوں افراد کے اجتماعات سے اپنی بصیرت افروز تقاریر اور مذاکرات کے ذریعے اسلام کا پیغام پہنچایا۔ اس سلسلے میں ٹرینڈاڈ (جنوبی امریکا) "انجمنِ اہلِ سنّت و جماعت" نے عام جلسوں اور تقریبات کے انعقاد کا انتظام کیا۔

پانچواں تبلیغی دورہ:

۱۹۶۹ء میں آپ نے دنیا کا پانچواں تبلیغی دورہ کیا، یہ دورہ تقریباً چار ماہ جاری رہا۔ ایشیا کے ممالک میں جاپان، سنگاپور، ملائشیا اور انڈونیشیا، یورپ کے ممالک میں سوئٹزرلینڈ، مغربی جرمنی، ہالینڈ، بیلجیئم، برطانیہ، جبکہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں باربڑوس، ٹرینڈاڈ وٹوبیگو، سرینام، برٹش گیانا، وینزویلا، جمیکا اور کینیڈا وغیرہ شامل ہیں۔

دیگر تبلیغی دورے:

اگست تا ستمبر ۱۹۷۰ء میں آپ نے جنوبی افریقہ کا یادگار تبلیغی دورہ کیا۔ یہاں آپ نے کیپ ٹاؤن کی "White Stellenbosch University" میں خطاب کیا۔ یہ جنوبی افریقہ کی سب سے بڑی یونیورسٹی ہے، جہاں صرف منتخب قسم کے اہلِ علم و محققین تقریر کرسکتے ہیں۔ مولانا انصاری پہلے شخص ہیں، جنھوں نے نسلی امتیاز کے باوجود خطاب کیا اور سُننے والوں پر اسلام کی عظمت کو واضح کیا۔

ڈاکٹر انصاری اور صحافت:

ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ میدانِ صحافت میں تقریباً بیس سال تک اپنی خداداد صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے رہے، اس دوران آپ نے نہ صرف ملکی صحافت میں بلکہ عالمی صحافت میں بھی نمایاں مقام حاصل کیا۔ یہ ۱۹۳۲ء کی بات ہے، جب آپ کی ملاقات مبلغِ اسلام شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئے اور آپ انہی کے ہو کر رہ گئے۔

اسی سال کے آخر میں بطور صحافی مولانا انصاری نے سب سے پہلے مبلغ اسلام شاہ محمد عبد العلیم صدیقی کے انگریزی میں جاری کردہ رسالہ "Real Islam" سنگاپور میں مقالات لکھنے شروع کیے اور اسی سال اپنی پہلی تصنیف بزبان انگریزی "Beacon Light" (منارۂ ہدایت) پیش کی۔

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ صحافت کے میدان میں ایک مقالہ نگار کی حیثیت سے بیس برس، جبکہ دنیا کے مختلف رسائل و جرائد کے مدیر کی حیثیت سے اٹھارہ برس، اسلام اور دینی مسائل کے شارح رہے۔ اِن عالمی رسائل و جرائد میں اکثر تعداد اُن کی ہے، جو مبلغِ اسلام رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ اور جاری کردہ ہیں۔ ذیل میں چند کے نام ذکر کیے جاتے ہیں:

۱۔ ماہنامہ "Genuine Islam" سنگاپور: آپ ۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۹ء اس کے مدیر رہے۔

۲۔ ہفت روزہ "Sind Information" کراچی: آپ ۱۹۴۸ء تا ۱۹۵۰ء اس کی اِدارت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

۳۔ سہ ماہی "Five Pillars" ڈربن (جنوبی افریقہ): آپ ۱۹۴۵ء تا ۱۹۵۰ء اس کے مدیر رہے۔

۴۔ ۵۔ ماہنامہ "The Muslim Digest" ڈربن (جنوبی افریقہ) اور ماہنامہ "Ramadan Annual" ڈربن (جنوبی افریقہ): آپ زندگی بھر ان ماہناموں کے مدیر رہے۔

۶۔ ماہنامہ "The Minaret"، کراچی: آپ نے اس کا اجراء مئی ۱۹۶۴ء میں کیا، جو بحمدہ تعالیٰ آج تک (۲۰۱۶ء فروری) باقاعدگی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔

۷۔ ماہنامہ "Voice of Islam": یہ جمعیۃ الفلاح کراچی سے شائع ہوتا تھا، آپ ۱۹۵۲ء میں اس کے مدیر بنے اور جنوری ۱۹۵۶ء تک اس عہدے پر فائز رہے۔

۸۔ ماہنامہ "منزل"، کراچی: آپ نے اس کا اجراء ۱۹۶۴ میں کراچی سے اردو اور گجراتی زبان میں کیا، یہ آپ کی اِدارت میں ایک سال اور چند ماہ تک جاری رہا۔ تاہم بعد میں کچھ تکنیکی وجوہات کی بنا پر اس کی اشاعت کو موقوف کر دیا گیا۔

مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۷ء کے آخر میں مولانا انصاری تبلیغِ اسلام کی ذمّہ داری سونپی۔ اُس وقت عالمی سطح پر خصوصاً سنگاپور اور ملایا میں غیر مسلموں کی کارروائیوں کو روکنے کے لیے اسلام کی تبلیغ کی بہت ضرورت تھی، مولانا

انصاری اُس وقت تک ایک نہایت عمدہ عالم دین اور عمدہ لکھنے والے بن چکے تھے، چنانچہ آپ نے اس تبلیغی سفر میں تین بڑے کام سرانجام دیئے تھے:

ا۔ سنگاپور سے انگریزی زبان میں "Genuine Islam" نامی پہلے اسلامی ماہ نامہ کا اِجراء۔

۲۔ All-Malaya Muslim Missionary Society کی تبلیغی سرگرمیوں کو منظم اور ان کی رہنمائی کرنا۔

اور ۳۔ مشرقِ بعید میں ایک متحدہ عمومی تبلیغی محاذ کو منظم کرنا۔

سلانگور کی وفاقی مجلس قانون ساز میں اپریل ۱۹۳۸ء میں ایک قانونی مسّودہ بنام "ملایا کی وفاقی ریاستوں کے لیے حدود شرعی کا قانون" پیش ہوا۔ اس کا پیش ہونا تھا کہ سنگاپور اور ملایا کے اخبارات میں اس کے خلاف ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ اکثر وبیشتر اخبارات غیر مسلموں کے تھے۔ انہوں نے صرف اس قانون ہی کی مخالفت نہ کی بلکہ اسلام کو موردِ طعن بنایا۔ مشرق بعید کے سب سے اہم روزنامہ "The Straits Times of Singapore" (اسٹریٹس ٹائم آف سنگاپور) نامی انگریزی اخبار کے اداریے میں کئی لفظی حملے کیے گئے، اور پہلا ہی اداریہ لکھا، جس کی شہ سُرخی یہ ہوتی تھی: "Go to Mosque or go to prision" (مسجد جاؤ یا جیل خانہ جاؤ) اس کے علاوہ مخالفت میں اور مضامین بھی لکھے گئے۔ دوسرے اخبارات بھی لامذہبیت اور اسلام دشمنی میں پیچھے نہ رہے، طوفان برابر بڑھتا گیا۔ اس لیے کہ اس کی قیادت نامور انگریز اور چینی صحافی اور سیاست داں کررہے تھے۔ دوسری جانب اس قانون کی حمایت انتہائی کمزور تھی۔

اس کے لیے معدودے چند مسلم صحافی بھی طوفان میں بہہ چکے تھے۔ کمزوری کی کیفیت اس وقت تک مسلسل رہی جب تک کہ مولانا انصاری حمایت کے لیے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے ایک طویل فاضلانہ مقالہ لکھا جس میں مخالفین کے ایک ایک اعتراض کا دنداں شکن جواب دیتے ہوئے اسلامی قوانین اور ان کے فلسفہ کی برتری کو ثابت کیا۔ مولانا انصاری کی عمر اس وقت ۲۲ سال تھی لیکن مقالہ اس قدر بلند پایہ تھا کہ سب سے زیادہ شدید مخالف اخبار "اسٹریٹس ٹائمز" ہی نے اس کو ممتاز طریقہ پر چھاپا اور محض چھاپا ہی نہیں بلکہ اس کے معمر اور نامور انگریز ایڈیٹر نے اس کے دلائل کے وزن کا اعتراف کرتے ہوئے مولانا انصاری کو "دقیق نظر اور وسیع علم رکھنے والے منطقی" کے لقب سے یاد کیا۔

مشرقِ بعید کے ممالک میں عیسائی مشنریز نے اسلام مخالف تحریک شروع کی اور جاہل مسلمانوں کو ورغلانا شروع کیا، اس کام کو تقویت دینے کے لیے کچھ کُتب تصنیف کر کے تقسیم کی گئیں، جن میں تین سر فہرست ہیں:

1. "Moslem World in Revolution" by Rev. Cash.
2. "Islam and Chiristianity in India and the Far East" by Dr. Wherry.
3. "Mohammedanism and Chiristianity- *Twenthieth Century Trends*" by Archbishop Wand.

ان کُتب نے مسلمانوں میں بے چینی کی فضا پیدا کر دی اور Java (جاوا) کے کچھ اَن پڑھ قبائل مرتد ہو کر عیسائیت قبول کر بیٹھے، پھر انہیں مرتدین نے مسلمانوں

کے خلاف سازشیں کرنا شروع کر دیں۔ مبلغِ اسلام شاہ محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا انصاری کو ہدایت کی کہ وہ فوراً اس طرف اپنی توجہ مبذول کریں اور مسلمانوں کی مدد و نصرت کے لیے کردار ادا کریں۔

چنانچہ مولانا انصاری نے ArchBishop وینڈ کے جواب میں سات مضامین تحریر فرمائے، جو ماہنامہ "Genuine Islam" سنگاپور میں قسط وار بعنوان "Trends in Chiristianity" شائع ہوئے، پھر انہیں ایک کتابی صورت میں شائع کر کے مشرقِ بعید کے علاقوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کتاب کے مدلل و معقول دلائل سے عیسائی مشنریز جواب سے عاجز آ گئے اور مولانا انصاری کے بارے میں بے سر و پا باتیں کرنے لگے۔ پھر مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تفصیل سے ۱۹۴۰ء میں ایک کتاب علی گڑھ میں تحریر فرمائی، جو تاحال لاجواب ہے، اس کتاب کا نام ہے:

"Islam and Chiristianity in the Modern World".

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا سببِ تالیف یہ بیان کیا کہ اولاً تو آسٹریلیا کے صدر پادری نے جو طوفان مچا رکھا ہے اُس کا سدِ باب ہو، ثانیاً اسلام کا پیغامِ محبت مسیحیت تک پہنچایا جائے تاکہ غلط فہمیاں دور ہوں اور اسلام کی مخالفت ختم ہو، ثالثاً Dr. Samuel M. Zwember کی تحریریں اور رابعاً مذکورہ تین کُتب بھی اس کی تالیف کا سبب بنیں۔ الغرض مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحافتی خدمات تا دمِ آخر بھی جاری و ساری رہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے قلم سے نہ صرف مسلمانوں کی رہنمائی کرتے رہے بلکہ مخالفینِ اسلام کے اعتراضات کا بھی قلع قمع کرتے رہے۔

وفات حسرت یاس:

۱۹۷۴ء میں مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ دل اور پھیپھڑوں کی وجہ سے علیل ہو گئے۔ مزید یہ کہ اُنھیں ذیابیطس (شوگر) کی تکلیف بھی تھی۔ ۳؍ مئی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو "National Institute of Cardiovascular Diseases" کراچی میں داخل کرایا گیا، ۳۰؍ مئی کو ڈاکٹروں نے بتایا کہ مولانا کے دونوں گردے ناکارہ ہو چکے ہیں۔ اُس کے بعد احباب آپ کو گھر لے آئے تاکہ ہومیو پیتھک علاج کی کوشش کی جائے، مگر وقت آپہنچا تھا۔

پیر ۱۱؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ بمطابق ۳؍ جون ۱۹۷۴ء کی صبح اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ نمازِ جنازہ اُس وقت کے وفاقی وزارتِ اوقاف وحج کے مشیر جناب عبد القادر الگیلانی نے پڑھائی۔ آپ کا مزارِ پُرانوار المرکز الاسلامی شمالی ناظم آباد بلاک بی، کراچی کے احاطے میں ہے۔

اولاد واحفاد:

آپ نے ایک بیوہ، ایک فرزند اور چار صاحب زادیاں سوگوار چھوڑیں۔

کُتب و تصانیف:

اپنی عالمی تبلیغی مصروفیات کے باوجود مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف و تالیف کا مقدس فریضہ بھی انجام دیا، یہ تصانیف اُن تحریرات سے الگ ہیں، جو مختلف رسائل وجرائد میں دنیا کے مختلف حصوں میں شائع ہوتی رہیں، ہم ذیل میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کچھ کُتب و تصانیف کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔ قرآنِ حکیم کا عمرانی فلسفہ (سورۃ العصر کی تفسیر)، مطبوعہ المرکز الاسلامی، عالمی جمعیت تبلیغِ اسلام، کراچی۔

۲۔ اسلام اور مارکس ازم، مطبوعہ عالمی جمعیت تبلیغِ اسلام، کراچی۔

3. The Beacon Light (۱۹۳۲ء)

4. The Christian World in Revolution(۱۹۳۳ء)

5. Muhammad: The Glory of the Ages(۱۹۳۵ء)

6. Islam in Europe and America(۱۹۳۵ء)

7. Muslims and Communism(۱۹۳۸ء)

8. Humanity Reborn (۱۹۳۸ء)

9. Islam(۱۹۳۸ء)

10. Trends in Christianity(۱۹۳۸ء)

11. Our Future Educational Programme (۱۹۴۴ء)

12. Islam and Christianity in the Modern World (۱۹۴۴ء)

13. Ethics of the Qur'an(۱۹۴۶ء)

14. Meaning of Prayer(۱۹۴۶ء)

15. Communist Challenge to Islam(۱۹۵۱ء)

16. What is Islam?(۱۹۵۳ء)

17. Islam versus Marxism(۱۹۵۴ء)

18. Islamic Moral and Metaphysical Philosophy

19. Foundations of Faith

20. Beyond Death

21. The Qur'anic Foundations and Structure of Muslim Society(۱۹۷۳ء)

22. Which Religion

23. Islam and Western Civilization

24. Philosophy of Worship in Islam

25. Through Science and Philosophy to Religion

26. A New Muslim World in Making[1].

---

[1] ماخوذ از "ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری القادری" رحمۃ اللہ علیہ، ڈاکٹر حامد علی علیمی، ادارۂ تحقیق ونشریاتِ اسلامی، مارچ، ۲۰۱۵ء۔

منقبت بحضور مبلغِ اعظم شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی قادری میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

کلام: ڈاکٹر حامد علی علیمی

کیا بیاں ہو شانِ والا حضرتِ عبد العلیم
جو کہوں اُس سے سِوا ہیں حضرتِ عبد العلیم

ایشیا افریقہ و یورپ جہاں پر بھی گئے
ہر جگہ پر ہے دلوں میں اُلفتِ عبد العلیم

مصطفیٰ کے دین کی خدمت کے صدقے ہوگئی
چاند تاروں سے بھی اونچی رفعتِ عبد العلیم

مسلکِ حق اہلسنت کی سدا تبلیغ کی
جانشینِ اعلیٰ حضرت، حضرت عبد العلیم

عمر تریسٹھ سال، طیبہ میں ہے مدفن اور وصال
اور بقیعِ پاک میں ہے، تربتِ عبد العلیم

سب عزیزوں دوستوں کو یا الٰہی! بخش دے
از پئے غوث ورضا وحضرتِ عبد العلیم

یا الٰہی! دین کی کرتے رہیں خدمت سدا
سب کے سب اصحاب وآل وعترتِ عبد العلیم

شکر کر حاؔمد تو رب کا، فضلِ رحماں[۲] کے سبب
ہاں تجھے بھی مل گئی یہ نسبتِ عبد العلیم

---

[۲] یعنی: ڈاکٹر حافظ محمد فضل الرحمن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ۔

منقبت بحضور مبلغِ اسلام مولانا ڈاکٹر حافظ محمد فضل الرحمن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ

کلام: ڈاکٹر حامد علی علیمی

عجب ہے مرتبہ بالا محمد فضلِ رحماں کا ۔۔۔ کہ اب تک مِثل نہ آیا محمد فضلِ رحماں کا

خدا نے دین کی خدمت کے صدقے کر دیا دیکھو ۔۔۔ ہے کتنا مرتبہ اعلیٰ محمد فضلِ رحماں کا

گئے جس سمت دنیا میں کھلائے پھول اُلفت کے ۔۔۔ جہاں میں اب بھی ہے چرچہ محمد فضلِ رحماں کا

"سب آؤ لوٹ کر قرآن وسنت کی طرف لوگو!" ۔۔۔ یہ نعرہ ہر طرف گونجا محمد فضلِ رحماں کا

گلستانِ علیمیہ جو اب تک لہلہاتا ہے ۔۔۔ یہ آخر ہے بھلا کس کا! محمد فضلِ رحماں کا

ملی نسبت "علیمی" جامعہ میں پڑھنے والوں کو ۔۔۔ زہے قسمت یہ ہے صدقہ محمد فضلِ رحماں کا

الٰہی واسطہ عبدُ الحکیمِ میرٹھی ہم کو ۔۔۔ ملے حکمت سے ایک قطرہ محمد فضلِ رحماں کا

الٰہی از پئے عبدُ العلیمِ قادری ہم کو ۔۔۔ عطا ہو علم سے حصہ محمد فضلِ رحماں کا

الٰہی رات دن برسے یہاں رحمت، رہے پُر نور ۔۔۔ ہمیشہ مرقدِ والا، محمد فضلِ رحماں کا

میرے مولا دِلی خواہش ہے یہ حامد علیمی کی ۔۔۔ عطا ہو حشر میں زُمرہ محمد فضلِ رحماں کا

مفکر اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ

از: مفتی اعجاز احمد حفظہ اللہ

مفتی محمد اعجاز احمد اویسی حفظہ اللہ نے راقم کو ۳۰ / ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ بمطابق ۲۰ / فروری، ۲۰۱۵ء بروز جمعہ کو برجستہ ایک شعر سُنایا اور پھر گھر جا کر مختصر وقت میں یہ گراں قدر اشعار کہے اور اِن سے ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی والہانہ عقیدت و محبت کا اظہار کیا، ان اشعار میں براعتِ استہلال کا خوبصورت استعمال بھی ہے، جسے اہلِ نظر پڑھ کر ضرور محظوظ ہوں گے، ہم اسے اہلِ محبت کی نذر کرتے ہیں۔ ڈاکٹر علیمیؔ

جہانِ علم و دانش میں تیری تنویر رَخشاں ہے
اِمامانِ زَمن کا مہرِ کامل، فضل رَحماں ہے
زبانِ خلق پہ شہرہ رہا تیرے محاسن کا
خدا کے منتخب بندوں میں تو لعلِ بدخشاں ہے
تیرے قدموں کی زَد میں آگئے اَفریقہ و یورپ
تیری تبلیغ کی دَالان گاہ ، کل بزم اِنساں ہے
جہاں اَب تک نہیں پہنچے بہت سے داعی و رہبر
وہاں پر لہلہاتا دیکھ لو، اِن کا گلستاں ہے
لباسِ سادگی میں جب دِکھا جلوہ تو سب بولے
یہ وہ عالی مفکر، ڈاکٹر، جو فضل رَحماں ہے!
علومِ عصرِ حاضر تو فقط اَوصاف تھے تیرے

تیری ہستی کی پہچاں تو فقط عرفانِ رَحماں ہے
عجب تعلیمِ شرع و دُنیا کا تھا اجتماع تم میں
کسی کے دل میں تھی حسرت، کسی کی عقل حیراں ہے
تیری تحریر کے نقشے کھنچے آتے ہیں سینے پر
تیرا سحرِ بیاں اِس دہر میں صبح بہاراں ہے
شجر میرا ثمر سے کیسے بے بہرہ و عاری ہو ؟
میری کشتِ عمل میں تخم گر، اِک مردِ میداں ہے
تیرا کھا کر تیرے ہی راستے سے منحرف ہیں جو
اُنہیں کہتا ہوں پلٹو، دیکھ لو، یہ کس کا اِحساں ہے ؟
تیرا رستہ رضاؔ کی فکر کا عملی نمونہ تھا
فقط تدبیر کی خاطر سجا اِک اور عنواں ہے
تیرے اَفکار اُن بے نوریوں کو کیا نظر آئیں
ذرا حق سے تو دیکھو ! کتنا عالی، فضلِ رَحماں ہے
خدایا ! شاد رکھ ، آباد رکھ ، اِس مرکزِ دیں کو
الٰہی فضل کر فاضلؔ پہ یہ دن رات کوشاں ہے
بہاریں لوٹ آئیں اہلِ سنت کی یہاں پھر سے
بنے رشکِ چمن، ہر دل کی یہ تسکیں کا ساماں ہے
بڑی محنت سے سینچا تھا جسے جعفرؔ و منظرؔ نے

خزاں کا دور نہ آئے الٰہی ! وہ گلستاں ہے
مبارک باد حامدؔ کو دیئے جاتا ہوں آخر میں
دِکھایا ہم کو ، لو اَب دیکھ لو ، یہ فضلِ رَحماں ہے
خدایا ! تُربت اقدس پہ کر اِکرام کی بارش
تمنا عرس پر اِعجازؔ کی جو خالی داماں ہے

(۱) ممتاز مبلغِ اسلام ڈاکٹر مولانا فضل الرحمٰن انصاری انتقال کر گئے

کراچی ۳/جون (اسٹاف رپورٹر) المرکز عالمِ اسلامی کے بانی صدر اور ممتاز عالمِ دین ڈاکٹر مولانا محمد فضل الرحمن انصاری قادری کا آج صبح سوا دس بجے حرکتِ قلب بند ہو جانے سے انتقال ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا کی عمر ساٹھ سال تھی۔ مرحول نے اپنے پیچھے ایک بیوہ، چار لڑکیاں اور ایک لڑکا سوگوار چھوڑا ہے۔ نمازِ جنازہ رات عشاء المرکز اسلامی شمالی ناظم آباد میں ادا کی گئی، جس میں مرحوم کے عزیز واقارب معززینِ شہر اور معتقدین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ مولانا انصاری کے سوئم کی قرآن خوانی بروز بدھ ۵/جون کو عصر اور مغرب کے درمیان المرکز اسلامی میں ہو گی۔ مولانا فضل الرحمن انصاری نے مسلمانوں کی تبلیغی سرگرمیوں میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور ان کے المرکز اسلامی کے تحت دنیا کے مختلف ممالک میں چالیس اسلامی مراکز چل رہے ہیں۔ مولانا انصاری نے اسلام پر متعدد کتابیں بھی لکھی ہیں، جن میں قرآنی بنیادیں اور مسلم معاشرے کا ڈھانچہ، اسلام اور عیسائیت موجودہ دنیا میں، اسلام قابلِ ذکر ہیں۔ ڈاکٹر انصاری نے علی گڈھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد کراچی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ رکنِ قومی

اسمبلی مولانا ظفر احمد انصاری نے ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کی رحلت پر سخت صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ مرحوم نے اپنی پوری زندگی اسلام کی علمی اور تبلیغی خدمت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ بیرونِ ملک بھی ان کی تبلیغی سرگرمیاں بہت کچھ مؤثر رہی ہیں۔ ان کی تازہ ترین تصنیف پر ملک کے متعدد دانشوروں نے خراجِ تحسین پیش کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات پر اجرِ عظیم عطا کرے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل دے۔ ممتاز شاعر اور ادیب مولانا ماہر القادری نے ایک تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ ڈاکٹر انصاری کی وفات حسرت آیات ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک سانحہ ہے[۳]۔

(۲) موتُ العالِم موتُ العالَم

ڈاکٹر مولانا فضل الرحمن انصاری کی وفات ایک جانکاہ حادثہ ہے، جسے خاص طور پر علماء اور مبلغین اسلام کے حلقوں میں بڑی شدت کے ساتھ محسوس کیا گیا ہے۔ مرحوم ایک ایسے عالم تھے، جن کی دونوں آنکھیں روشن تھیں، وہ ایک طرف علومِ دینی پر بھی گہری نظر رکھتے تھے اور دوسری طرف جدید علوم و نظریات سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ اسی قابلیت کی بنا پر ان کی تصانیف جدید اذہان کو متأثر کرنے اور خصوصاً غیر مسلموں کو اسلام کی طرف مائل کرنے میں نہایت مؤثر ثابت ہوئی

۳؎ روزنامہ جنگ کراچی، جلد ۳۸، بدھ ۱۳/ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۵/ جون ۱۹۷۴ء، نمبر ۱۴۹، ص ۱۔

ہیں۔ مولانا فضل الرحمن کو جس بنا پر ماہرینِ علوم اسلامی کے درمیان ایک امتیاز حاصل رہا ہے، وہ اُن کی تبلیغی مساعی ہیں، جو پوری دنیا خصوصاً یورپ وافریقہ کے ممالک تک اپنے اثرات پھیلا رہی ہیں۔ اس ک اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز کے بانی صدر تھے اور اس کے تحت پوتی دنیا میں چالیس مراکز اسلام کی تبلیغ واشاعت اور تعلیم وتربیت کا کام اس وقت انجام دے رہے ہیں۔ اب ہم مرحوم کی ان خدماتِ جلیلہ کی قدر صرف اسی طرح کر سکتے ہیں کہ ان کے مشن کو باقی رکھا جائے اور اس کے لیے صلاحیتیں اور وسائل فراہم کرنے میں کسی کوتاہی سے کام نہ لیا جائے ، اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات کو قبول فرمائے، آخرت میں اعلیٰ ترین درجات عطا فرمائے اور اپنی مغفرت ورحمت سے نوازے[۴]۔

(۳) ڈاکٹر انصاری کی وفات پر گورنر کا اظہارِ تعزیت

کراچی ۴؍ جون (اسٹاف رپورٹر) گورنر سندھ بیگم رعنا لیاقت علی خان نے ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن کے صدر ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کی وفات پر تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے ایک تعزیتی پیغام میں کہا ہے کہ ان کی موت نہ صرف پاکستان کے لیے بلکہ عالمِ اسلام کے لیے ایک عظیم نقصان ہے۔ جمعیت علماءِ

---

[۴] روزنامہ جنگ کراچی، جلد ۳۸، بدھ ۱۳؍ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۵؍ جون ۱۹۷۴ء، نمبر ۱۴۹، ص ۳۔

پاکستان کراچی کے صدر صوفی ایاز خان نیازی اور پاکستان عوامی علماء پارٹی کے جنرل سیکریٹری مولانا محمد یوسف میمن نے مختلف بیانات میں ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔

سید آصف علی نائب امیر جماعت اسلامی کراچی نے مولانا فضل الرحمن انصاری کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور اُسے زبر دست ملّی نقصان قرار دیا ہے۔ سید آصف علی نے ایک تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ مولانا فضل الرحمن انصاری بر سہابرس سے دینی خدمات انجام دے رہے تھے، پاکستان کے علاوہ افریقہ، ایشیا اور یورپ کے مختلف علاقوں میں اُنہوں نے تبلیغ دین کے لیے شاندار خدمات انجام دی ہیں، اُن کی وفات سے عالمِ اسلام ایک ذی علم اور پُر خلوص شخصیت سے محروم ہو گیا، تاہم اُن کی شخصیت اور خدمات کو عالمِ اسلام ہمیشہ یاد رکھے گا[۵]۔

(۴) ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری کی موت پورے عالمِ اسلام کے لیے صدمہ ہے

عالمی مسلمانوں کی طرف سے پیغامات

کراچی ۸؍جون (اسٹاف رپورٹر) ولڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن کو ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کے انتقال پر پوری دنیا سے تعزیتی پیغامات موصول ہوئے ہیں،

۵۔ روزنامہ جنگ کراچی، جلد ۳۸، بدھ ۱۴؍ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۶؍ جون ۱۹۷۴ء، نمبر ۱۵۰، ص ۶۔

جنوبی افریقہ میں ڈربن میں رہنے والے مسلمانوں نے تعزیتی پیغام میں کہا ہے کہ ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کی موت پورے عالمِ اسلام کے لیے ایک صدمہ ہے۔ جنوبی افریقہ کے دارالحکومت کیپ ٹاؤن میں مسلم نیوز پبلی کیشنز کے عہدیداروں نے ایک پیغام میں کہا ہے کہ ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کی موت سے انسانیت ایک عظیم عالم سے محروم ہو گئی ہے۔ مولانا نے جو عظیم کارنامے انجام دیے ہیں، اُن کی یاد ہمیشہ تازہ رہے گی[۶]۔

(۵) قطعہ تاریخ وفات ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری مرحوم رحمہ اللہ

آرزو اکبر آبادی

وہ مبلّغ تھے نرالی شان کے
اہل دل کو ہے انہیں کی جستجو
جانشینِ حضرتِ عبد العلیم
جن کی شہرت ہے جہاں میں چار سو
دامنِ رحمت میں جا کر سو گئے
"عابدِ حق فضلِ رحماں" آرزو[۷]

۱۳۹۴ھ

۶ روزنامہ جنگ کراچی، جلد ۳۸، ہفتہ ۱۶ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۸ جون ۱۹۷۴ء، شمارہ: ۱۵۲، ص ۷۔
۷ روزنامہ جنگ کراچی، جلد ۳۸، بدھ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۱۲ جون ۱۹۷۴ء، شمارہ: ۱۵۶، ص ۵۔

(٦) رباعی تاریخ وفات حضرت مولانا محمد فضل الرحمن انصاری مرحوم

راغب مراد آبادی

تبلیغ سے کی بلند اسلام کی شان
تعلیم کی شمعیں بھی جلائیں ہر آن
پوچھو کوئی محرمانِ علم دیں سے
"جولان گہِ علم دیں" تھے فضل الرحمان[٨]

١٩٧٤ء

(٧) مبلغِ اسلام ڈاکٹر مولانا فضل الرحمن انصاری مرحوم ومغفور

مسلم غازی

وہ امامِ عصر وہ جانِ جہاں رخصت ہوا "مرکزِ اسلام"[٩] کا روحِ رواں رخصت ہوا
تا ثریا جس نے پھینکی علم ودانش کی کمند وہ فقیہ وفلسفی وہ نکتہ داں رخصت ہوا
کون سمجھائے گا ہم کو تیرے اسرار ورموز اے کلام اللہ! تیرا ترجماں رخصت ہوا

٨۔ روزنامہ جنگ کراچی، جلد ٣٨، ہفتہ ٢٣ جمادی الاول ١٣٩٤ھ، ١٥ جون ١٩٧٤ء، شمارہ: ١٥٩، ص ٢۔

٩۔ المرکز الاسلامی۔

ہو گئی تاریک راہِ علم و عرفاں یک بہ یک وہ چراغِ نور وہ منزل نشاں رخصت ہوا
عمر بھر دیتا رہا جو درسِ علم و آگہی وہ خطیبُ العصر وہ شعلہ بیاں رخصت ہوا
وہ سراپا کیف و مستی وہ سراپا درد و سوز وہ مسیحائے نظر وہ حرزِ جاں رخصت ہوا
جانے کن راہوں میں بھٹکے کاروانِ زندگی کاروانِ زندگی کا پاسباں رخصت ہوا
چھوڑ کر غازؔی جہانِ آگہی کو سوگوار
علم و دانش کی زمیں سے آسماں رخصت

(۸) دوبئی میں ڈاکٹر فضل الرحمن کی موت پر اظہارِ تعزیت

دوبئی ۳/ جون (جنگ نیوز) پاکستان اسلامیہ سیکنڈری اسکول دوبئی کی انتظامیہ کے جنرل سیکریٹری محمد سلیم اور پرنسپل محمد صدیق نیز بزمِ ادب کے نائب صدر توقیر احمد خاں نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن کے ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کی موت ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا انصاری نے ورلڈ فیڈریشن اسلامک مشن کے لیے جو کارنامے انجام دیے ہیں ان کی یاد ہمیشہ ہمیشہ تازہ رہے گی[۱۱]۔

۱۰؎ روزنامہ جنگ کراچی، جلد ۳۸، جمعرات ۲۱ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۱۳ جون ۱۹۷۴ء، شمارہ: ۱۵۷، ص ۲۔

۱۱؎ روزنامہ جنگ کراچی، جلد ۳۸، ہفتہ ۳۰ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۲۲ جون ۱۹۷۴ء، شمارہ: ۱۶۶، ص ۶۔

(۹) مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَم

محمد محمود حسین صدیقی

مولانا ڈاکٹر شاہ محمد فضل الرحمن انصاری قادری رحمۃ اللہ علیہ نادرِ روز گار جامع الکمالات تھے۔ مولانا موصوف نہ کسی مملکت کے سربراہ تھے نہ سیاسی لیڈر اور نہ سرمایہ دار، پھر بھی آپ کا مقام سارے عالمِ اسلام میں لاکھوں مسلمانوں کے دل میں تھا۔ مسلمان ہی نہیں بلکہ سارے عالم میں غیر مسلم صاحبان علم بھی آپ کے معترف تھے۔ یوں تو ہر ذی روح کے لیے موت مقدر ہے، کسی کو اس مفر نہیں، یکن بہت کم ایسے ہوتے ہیں، جنہیں دنیا ایک عرصہ دراز تک روتی ہے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مولانا فضل الرحمن صاحب اس صدی کے ایسے ہی عظیم ترین مفکر اور مبلغ تھے۔ ان کے بدل کی تلاش میں نگاہیں ہر سو اُٹھتی ہیں اور مایوس لوٹ جاتی ہیں۔ مولانا نے نوعمری میں حفظ کیا تھا وہ حافظ قرآن تھے۔ لیکن کسی حافظ قرآن کو ان کا بدل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ انہوں نے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کیا تھا اور بہت سے فلسفہ کے پی ایچ ڈی ہوں گے مگر وہ مولانا کے بدل نہیں سمجھے جاسکتے۔ وہ درسِ نظامیہ کے فاضل تھے۔ وہ صوفیہ کے مشہور سلاسلِ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور شاذلیہ کے ترتیب یافتہ مسندِ بیعت وارشاد پر فائز تھے۔ نہ صرف وہ علومِ قطعیہ یعنی: طبیعات،

ریاضیات وحیاتیات میں ماہرانہ بصیرت رکھتے تھے بلکہ علومِ عمرانی، تاریخ، معاشیات، سیاسیات ونفسیات میں بھی کامل تھے۔ اس بے مثال جامعیت کے ساتھ قرآن وحدیث، فقہ وکلام میں بڑی غائر نظر رکھتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے تمام عصری علوم کی تحصیل، دین اسلام کے حقائق ورموز پر دستگاہ حاصل کرنے کی پاک غرض سے کی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کریم نے اس صدی میں علومِ قرآنیہ کے بیان کے لیے مولانا انصاری کو پیدا فرمایا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم کی جمع وقراءت کے ساتھ ساتھ معارف قرآنی کے بیان کو بھی اپنے ذمہ کیا ہے۔ بقولہ تعالیٰ: اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ، (قرآن کریم کا بیان ہماری ذمہ داری ہے) ہر زمانہ میں روح عصر کے مطابق قرآن حکیم کی توضیح وتشریح کے لیے اللہ عزوجل ایسے افراد پیدا فرماتا رہتا ہے۔ یہ الٰہی وعدہ ہے قرآن کی حفاظت کے تعلق سے اور اس کی قراءت وتلاوت کے تعلق سے اللہ نے اپنا وعدہ جس طرح پورا فرمایا ہے، دشمنانِ اسلام کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ اسی طرح ان کے بیان کو بھی اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ خواہ دنیاوی جاہ وحشم کے دروازے یکسر بند ہی کیوں نہ ہو جائیں، پھر بھی خادمینِ قرآن پیدا ہوتے رہیں گے۔ مگر مولانا فضل الرحمن کو خادمینِ قرآن میں ایک امتیاز خاص حاصل ہے۔ کئی علوم وفنون کی انتہا پر پہنچنے کے بعد ان کے امتزاج سے جو بے نظیر بالغ نظری پیدا ہوتی ہے وہ مولانا کا حق تھا۔

مولانا کی ذات وہ مرکز تھی، جہاں عشق وعقل دونوں آکر ملتے ہیں۔ سیاحِ عالم مولانا حافظ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قادری کی چشم کرم نے فضل الرحمن صاحب

کے قلب و دماغ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نور سے منور کیا تھا۔ ایک مبلغ اسلام کی خصوصیات میں بنیادی چیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت ہے اور یہ محبت کی چنگاری کسی محبت میں فنا، اللہ والے کی نظر سے ہی منتقل ہوتی ہے اور پھر شعلہ بن کر جسدِ خاکی کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ تب ہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کام سے وابستگی اور اس میں ہمہ تن انہماک پیدا ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان کی دولت سے نوازتی ہے اور ایمان قلب و نظر کو اس طرح منور کر دیتا ہے کہ مومن کی ساری زندگی اس کا سارا وجود خصوصیت کے ساتھ اس کے ذرائع ادراک اور فکری قوتیں حقیقت الحقائق کی طرف سے اسی شدت کے ساتھ متوجہ ہو جاتی ہیں کہ وہ جو سوچتا ہے وہ مطابق کتاب و سنت ہوتا ہے، وہ جو کرتا ہے، وہ اخلاص اور عدم نفاق کی بنا پر اسوہ حسنہ سے قریب تر ہو جاتا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنا دشوار نہیں ہے۔ محبت وہ جذبہ ہے جو ہر دوسرے جذبہ پر غالب رہتا ہے، خصوصیت کے ساتھ جذبہ مخالف و متصادم کی تو اس درجہ بیخ کنی اور استیصال ہو جاتا ہے کہ اس جذبہ کا نام و نشاں بھی باقی نہیں رہتا اور پھر یہ امرِ واقعہ ہے کہ محبت کی آگ میں قلب کا تزکیہ جب مکمل ہو جاتا ہے، تو قلب مومن عرش اللہ کا مصداق بن جاتا ہے اور قلب کا دوسرا دروازہ جو علم باطن اور علمِ لدنی کی سمت ہے وہ پوری طرح سے وا ہو جاتا ہے اور ایسی فراست عطا فرما جاتا ہے کہ اس کے آگے مادی ذرائع علم سے حاصل ہونے والا ادراک ہیچ اور بے قیمت ہو جاتا ہے اور اس لم کی سطحیت واضح ہونے لگتی ہے اور کج فکری اور کج نظری سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

حضرت قبلہ پیر و مرشد عبد العلیم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پہلا دنیا کا دورہ کرنے کے بعد مولانا فضل الرحمن صاحب نے گزیٹیڈ عہدہ سے مستعفی ہو کر مطالعہ کے لیے خود کو وقف کر لیا تھا۔ توکل اور قناعت پسندی کے ساتھ گزر بسر کی مگر اپنے کام میں لگے رہے۔ ۱۹۵۶ء میں میری پہلی ملاقات مولانا سے مسجد میں ہوئی تھی۔ مولانا نے فرمایا تھا کہ میں روزانہ اٹھارہ گھنٹے مطالعہ کرتا ہوں۔ مولانا فرماتے تھے: جامعہ علی گڑھ سے سائنس کی فیکلٹی سے انٹر پاس کرنے کے بعد اسلامی عقائد کے بارے میں عجیب شکوک وشبہات دل میں پیدا ہونے لگے تھے، بلکہ ایک وقت تو دماغ انکار پر مائل ہو گیا تھا، اسی اثناء میں مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کیمیا اثر نے فضل الرحمن کو اپنا نشانہ بنایا پھر کیا تھا دنیا ہی بدل گئی: "مری دنیا بدل دی لرزش ابروئے جاناں نے" کے مصداق فضل الرحمن صاحب نے فیکلٹی آف تھیالوجی میں داخلہ لے لیا اور لباس وضع قطع یکسر ربدیل کر دی۔ امتحام میں اول بدرجہ اول کامیاب ہوئے۔ مولانا ظفر الحسن صاحب کے فلسفہ میں اور مولانا سید اشرف صاحب کے دینیات میں ایسے شاگرد بنے کہ اساتذہ زمانہ طالب علمی ہی میں فضل الرحمن صاحب پر فخر کرنے لگے۔

فضل الرحمن صاحب انگریزی زبان میں سحر انگیز تقریر فرماتے تھے۔ یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں ممتاز اہلِ علم کے مجمع میں بارہا آپ نے تقریر فرمائی، بے شمار اہلِ علم مولانا کی تقریر سے متأثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے، چالیس کتابوں کے مصنف تھے۔ قرآن حکیم پر اپنی نوعیت کا منفرد کام ابھی بھی

"Quranic Foundations and Structure of Muslim Society" نام سے دو ضخیم جلدوں میں دنیا کے سامنے آیا اور ہاتھوں ہاتھ خرید لیا گیا۔ اب دوسرا ایڈیشن شائع ہونے والا ہے۔

مولانا کی علمی خدمات اور تبلیغی مساعی کا اعتراف دنیا نے کیا۔ مگر میری نظر میں مولانا کا ایک کارنامہ اور ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ کریم نے مولانا کی مساعی کو مشکور فرمایا، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی توفیق خاص سے مولانا کے ہاتھوں ایک جامع تعلیمی اور تبلیغی منصوبہ کو باوقار عملی شکل عطا فرمائی۔ جو جامعہ علیمیہ اسلامیہ کے نام سے المرکز الاسلامی میں قائم ہے اور اس کے احاطہ میں مولانا محمد فضل الرحمن انصاری آسودہ خواب ہیں، اس ادارے سے فارغ ہونے والے طلبہ واساتذہ مولانا کی زندگی کے مشن کو لے کر آگے بڑھیں گے اور نورِ علم سے عالمِ اسلام کو منور کریں گے، اللہ مولانا کے دلدادگان کو مولانا کے قائم کردہ ادارہ کی پُر خلوص خدمت کی توفیق عطا فرمائے [۱۲]۔

---

[۱۲] روزنامہ جنگ کراچی، جلد ۳۸، منگل ۴ جمادی الثانی ۱۳۹۴ھ، ۲۵ جون ۱۹۷۴ء، شمارہ: ۱۶۹، ص ۳۔

(۱) ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری انتقال کر گئے

کراچی ۳/ جون (اسٹاف رپورٹر) ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن کے بانی صدر ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کا آج صبح یہاں حرکتِ قلب بند ہونے سے انتقال کے گئے، ان کی عمر ۶۰ سال تھی، بعد ازاں مرحوم کو المرکز اسلامی کے احاطے میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ نمازِ جنازہ وفاقی وزارتِ اوقاف وحج کے مشیر جناب عبد القادر الگیلانی نے پڑھائی۔ مرحوم نے اپنے پیچھے ایک بیوہ، ایک بیٹا اور چار بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ ڈاکٹر فضل الرحمن ممتاز اسلامی اسکالر اور اسلام کے بارے میں کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے، انہوں نے تبلیغ اسلام کی سرگرمیوں میں نمایاں کردار ادا کیا اور ان کی تنظیم پوری دنیا میں چالیس سے زیادہ اسلامی مشن چلا رہی ہے۔ مولانا کے انتقال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح شہر میں پھیل گئی اور ہزاروں عقیدت مند المرکز اسلامی نارتھ ناظم آباد میں جمع ہونا شروع ہو گئے۔ ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری ۱۹۱۴ء میں مظفر نگر یوپی میں پیدا ہوئے۔ چھ سال، سات ماہ کی عمر میں وہ حافظ قرآن ہوئے ابتدائی عمر میں آپ کو عربی فارسی اور اردو کی تعلیم دی گئی۔ بعد ازاں انہوں نے سہارنپور اسکول سے میٹرک کا امتحان اور میرٹھ کالج سے انٹر سائنس کا امتحام

اعزاز[۱۳] کے ساتھ پاس کیا، علی گڑھ یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری لی مرحوم نے تعلیم کے میدان میں کئی اعزاز اور نقرئی تمغے حاصل کیے۔ جامعہ کراچی سے انہوں نے فلسفے میں پی ایچ ڈی کیا، ڈاکٹر انصاری نے ۱۸ سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ایک کتاب "بیکن لائٹ" لکھی اس کے بعد تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہا۔ مرحوم بیس کتابوں کے مصنف تھے، مولانا انصاری جامعہ کراچی سے بھی منسلک رہے انہوں نے پانچ بار دنیا کا دورہ کیا، دریں اثناء مولانا کے انتقال پر جمعیت ثناخوانِ رسول پاکستان کے سرپرست مولانا سید ریاض الدین سہروردی نے اظہارِ تعزیر کرتے ہوئے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قومی اسمبلی کے رکن مولانا ظفر احمد انصاری نے ایک تعزیتی پیغام میں ڈاکٹر انصاری کے انتقال پر افسوس ظاہر کیا ہے، جنہوں نے پاکستان اور پاکستان سے باہر اسلام کی زبردست خدمت کی، ممتاز شاعر مولانا ماہر القادری نے بھی اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر انصاری نے اسلام کے لیے جو خدمات انجام دی ہیں، وہ ہمیشہ یادرہیں گی[۱۴]۔

---

۱۳ یہاں تک ص ا کی عبارت ہے، جبکہ بقیہ عبارت ص ٦ کی ہے۔ علیمی

۱۴ روزنامہ حرّیت کراچی، بدھ ۱۳ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۵ جون ۱۹۷۴ء، شمارہ: ۱۴۸، ص ا، وبقیہ ص ٦۔

(۲) ڈاکٹر انصاری کی موت عالم اسلام کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے

گورنر سندھ بیگم رعنا لیاقت اور دیگر رہنماؤں کا اظہارِ تعزیت

کراچی ۳/ جون (پی پی آئی) گورنر سندھ بیگم رعنا لیاقت علی خان نے ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن کے بانی صدر ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کے انتقال پر اظہارِ تعزیر کرتے ہوئے مرحوم کے اہلِ خاندان کے نام ایک تعزیتی پیغام میں کہا ہے کہ ڈاکٹر انصاری کی وفات عالمِ اسلام اور پاکستان کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ گورنر سندھ نے کہا کہ ایک استاد، عالم اور اسلام پر مکمل معلومات رکھنے والے کی حیثیت سے ان کی کتابوں کو خاص وعام میں مقبولیت حاصل ہو چکی ہے۔ بیگم رعنا لیاقت علی خان نے ان کی پر موت پر بڑے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل اور مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

جمعیت علماء پاکستان کراچی کے صدر صوفی ایاز خان نیازی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ حضرت مولانا فضل الرحمن انڈاری کی ناگہانی موت سے نہ صرف مسلمانانِ پاکستان، بلکہ پورے عالمِ اسلام کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ دنیائے اسلام کو مبلغِ اسلام مولانا فضل الرحمن انصاری جیسی بے دل شخصیت کی ضرورت تھی، ان کی اچانک جدائی پر جمعیت علماءِ پاکستان سوگوار ہے اور دعا گو ہے کہ موصوف کو باری تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ جمعیت کے ایک پریس ریلیز میں کہا گیا ہے

کہ مولانا انصاری کی نمازِ جنازہ میں مولانا نورانی کے علاوہ جمعیت کراچی کے عہدیداران اور خادمین نے شرکت کی، اس ناگہانی حادثے کے سبب مولانا شاہ احمد نورانی قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لیے اسلام آباد نہیں پہنچ سکے۔

ادارہ مظہر الاسلام کا ایک تعزیتی اجلاس ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کے انتقال کے سلسلے میں منعقد ہوا، جس میں ادارہ کے سیکریٹری جنرل قاری عرفان اللہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مولانا کی اچانک موت ایک عظیم سانحہ ہے اور پورے عالم اسلام کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ ڈاکٹر انصاری مرحوم نہ صرف ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن کے بانی تھے، بلکہ ممتاز اسلامی اسکالر کئی کتابوں کے مصنف، بہترین مقرر اور دنیا کے عظیم مبلغین میں اُن کا شمار ہوتا تھا، مرحوم نے شاہ عبد العلیم صدیقی، مبلغِ اسلام کے نقشِ قدم پر چل کر اپنا فرض پورا کیا اور دنیا اسلام کی عظیم خدمت کی انہوں نے کہا کہ مرحوم کے انتقال سے قوم کو جو عظیم نقصان ہوا ہے اس کی تلافی عرصے تک نہ ہو سکے گی، لیکن ہم مرحوم کے نقشِ قدم پر چل کر اور اُن کے مشن کو فروغ دے کر اُن کی شخصیت کو زندہ جاوید بنا دیں گے اجلاس میں دعا کی گئی کہ خدا تعالیٰ مولانا ڈاکٹر انصاری اور نجم الدین ولیکا مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، اجلاس کے بعد قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔

تحریکِ احیائے خلافتِ اسلامیہ پاکستان کے سربراہ جناب محمد عبد العزیز ساجد نے اپنے ایک تعزیتی بیان میں عالمِ اسلام کے عظیم مبلغ حضرت مولانا ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کی وفات پر رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی وفات

سے نہ صرف پاکستان بلکہ پورے عالم اسلام میں جو خلاء پیدا ہوا ہے، ایک طویل مدت تک اس کا پُر ہونا مشکل ہے۔ جناب ساجد نے مولانا فضل الرحمن انصاری کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ مولانا نے اپنی پوری زندگی اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں صرف کر دی تھی۔

جمعیت ثناء خوانِ رسول پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ سید فصیح الدین سہروردی نے مشہور عالمِ دین اور عظیم مفکر مولانا ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کی وفات پر غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مولانا فضل الرحمن انصاری کی وفات عالمِ اسلام کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ اس عالم کی خدمت کو کبھی نہیں بھلایا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ مولانا موصوف نے اسلام کی ناقابلِ فراموش خدمت کی ہے، اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور اُن کو اپنے جوارِ رحمت میں مقامِ خاص عطا فرمائے[۱۵]۔

(۳) ریڈیو پاکستان کا خصوصی تعزیتی پروگرام

ریڈیو پاکستان کراچی نے مشہور عالم دین ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کی وفات پر آج شام ایک خصوصی تعزیتی پروگرام پیش کیا، جس میں آپ کے احباب اور ساتھیوں مولانا عابد شیر ڈاکٹر ابو اللیث کے تاثرات نشر کیے گئے۔ مرکزی جماعت

---

[۱۵] روزنامہ حرّیت کراچی، جمعرات ۱۴ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۶ جون ۱۹۷۴ء، شمارہ: ۱۴۹، ص ۲۔

اہلسنت کے ناظم اعلیٰ سید سعادت علی قادری نے ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان ایک باکردار عظیم مبلغ اسلام سے محروم ہو گیا انہوں نے کہا کہ مولانا کو علوم قدیمہ وعلوم جدیدہ دونوں ہی پر پوری طرح عبور تھا۔ وہ مذہبی خدمات میں بیرون واندرون ملک بہت مقبول تھے۔ مولانا نے کہا کہ مرحوم کی تصانیف اور المرکز الاسلامی کی بہترین عمارت اور اس کا انتظام ان کی صلاحیتوں کو ظاہر کرتا ہے۔ مولانا نے اُمید ظاہر کی ہے کہ المرکز کی منتظمہ کمیٹی حسن انتظام سے مولانا مرحوم کے مشن کو جاری رکھے گی اور یقین دلایا کہ جماعتِ اہلسنت المرکز الاسلامی سے ہر قسم کا تعاون کرے گی تاکہ اس عظیم مبلغ کی یاد کو ہمیشہ باقی رکھا جائے گا۔

اسلامی جمعیت طلبہ (پاکستان) کراچی کے علاقہ وسطی کے ناظم جناب اقبال ابو بکر اور علاقہ غربی کے ناظم جناب الیاس عبد الستار نے المرکز الاسلامی کے بانی صدر اور ممتاز عالم ڈاکٹر مولانا فضل الرحمن انصاری کی رحلت پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسلام کی تبلیغ کے لیے مرحوم کی دینی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ ایک مشترکہ بیان میں انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کا شمار اس دور کے اُن علماء میں ہوتا ہے کہ جو دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم پر بھی دسترس رکھتے ہیں اور ان کا انتقال عالم اسلام کے لیے ایک عظیم نقصان ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ

تعالیٰ مرحوم کی خدمات کو شرفِ قبولیت بخشے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے[۱۶]۔

(۴) مولانا فضل الرحمن انصاری

مولانا فضل الرحمن انصاری رحلت فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم ہمارے ملک کے ان علماء میں سے تھے، جو شہرت کے طالب نہیں تھے۔ خاموشی کے ساتھ دین کی خدمت میں مشغول رہتے تھے اور ان کی خدمات کا دائرہ اس قدر وسیع اور اس قدر مؤثر تھا کہ ان کی وفات کا صدقہ پاکستان ہی نہیں، پورے عالم اسلام میں محسوس کیا جائے گا۔ ان کا وجود پوری اُمت مسلمہ کے لیے مایہ افتخار تھا کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی دنیا میں اللہ کے دین کی تبلیغ واشاعت کے لیے وقف کر دی تھی اور ان کی مساعی بے شمار بندگانِ خدا کو حلقہ بگوش اسلام ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

مولانا فضل الرحمن انصاری مرحوم اس دور کے اُن جید علماء میں سے تھے جو علومِ دین کے علاوہ دنیا کے مروجہ علوم پر عبور رکھتے تھے۔ وہ جدید فلسفوں اور سائنسی نظریات سے نہ صرف واقفیت رکھتے تھے، بلکہ اُنہیں ان فلسفوں اور نظریات میں ڈوبے ہوئے لوگوں سے انہیں کے اسلوب بیان میں گفتگو کرنے کا ملکہ بھی

۱۶؎ روزنامہ حرّیت کراچی، جمعرات ۱۴ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۶ جون ۱۹۷۴ء، شمارہ: ۱۴۹، ص ۲۔

حاصل تھا۔ اس صلاحیت کی بدولت جدید تعلیم یافتہ طبقوں میں ان کی تبلیغی مساعی نہایت مؤثر ثابت ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو قبول کرے اور انہیں حیاتِ اُخروی میں خدمتِ دین کی پوری پوری جزا عطا فرمائے، آمین![17]

(۵) ڈاکٹر انصاری کی ذات اسلامی دنیا کا بہترین سرمایہ تھی

انہوں نے افریقہ ایشیا اور یورپ میں نمایاں تبلیغی کام کیا تھا، مختلف رہنماؤں کا بیان

کراچی ۵؍ جون ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن کے بانی صدر اور معروف عالمِ دین مولانا فضل الرحمن انصاری کے انتقال پر مختلف تنظیموں نے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ جماعتِ اسلامی کے نائب امیر سید آصف علی نے ایک تعزیتی بیان میں مولانا فضل الرحمن کے انتقال کو زبر دست ملی نقصان قرار دیا ہے، انہوں نے کہا کہ مولانا انصاری برسہا برس سے دینی خدمات انجام دے رہے تھے اور پاکستان کے علاوہ افریقہ ایشیا اور یورپ کے مختلف علاقوں میں انہوں نے تبلیغِ دینکے لیے نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ سید آصف علی نے کہا کہ مولانا کی وفات سے عالمِ اسلام ایک ذی علم اور پُر خلوص شخصیت سے محروم ہو گیا ہے۔ جمعیت اتحاد المسلمین پاکستان کے صدر میر واصف علی نے مولانا فضل الرحمن انصاری کی موت کو پوری اسلامی دنیا کے لیے ایک ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ مرحوم کی ذات اسلامی دنیا کا

---

[17] روزنامہ حرّیت کراچی، جمعرات ۱۴ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۶ جون ۱۹۷۴ء، شمارہ: ۱۴۹، ص ۲۔

ایک بہترین سرمایہ تھی وہ گزشتہ روز المرکز اسلامی میں ایک تعزیتی جلسے سے خطاب کر رہے تھے۔ ان سے قبل جناب احمد خاں غوری، کفیل الرحمن قریشی، عقیل احمد اور انصاری احمد خاں نے بھی مرحوم کی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔

جماعتِ اسلامی علاقہ شمالی کی مجلس شوریٰ سے ایک اجلاس میں مولانا فضل الرحمن انصاری کی وفات پر دعائے مغفرت کی ہے اور ایک قرار داد میں ان کی دینی علمی اور تبلیغی کو اُمتِ مسلمی کے لیے ایک ایسا شجرِ طیبہ قرار دیا، جس سے آنے والی نسلیں فیض یاب ہوتی رہیں گی۔ مرحوم کے لواحقین اور پسماندگان کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے قرار داد میں کہا گیا ہے کہ اگرچہ مولانا انصاری اب ہم میں ہیں، لیکن انہوں نے اپنے مشن کی ایسی یادگار چھوڑی ہے، جو آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوں گی۔

پاکستان مسلم یوتھ کلب کے صدر سید متین اختر اور نائب صدر شیخ انوار احمد نے کہا کہ ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کی وفات عالمِ اسلام کے لیے ایک سانحہ ہے۔ مرحوم نے اپنی پوری زندگی اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دی تھی، انہوں نے ایک مشترکہ بیان میں کہا کہ مرحوم نے نہ صرف پاکستان میں اسلام کی خدمت کی بلکہ بیرونِ ملک بھی ایک بڑے طبقہ کو اسلام سے روشناس کرایا۔ بیان میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی گئی ہے کہ وہ مرحوم کی مساعیِ حسنہ کو شرفِ قبولیت بخشے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

شعبہ علومِ اسلامی جامعہ کراچی کے اساتذہ اور طلبہ نے بھی ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری مرحوم کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار اور مرحوم کے لیے دفعائے مغفرت کی ہے۔ انہوں نے ایک بیان میں پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں، خدا سب کو صبر جمیل عطا کرے۔ بیان میں کہا ھیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم ایک ممتاز اسلامی اسکالر اور مبلغ تھے۔ مرحوم صاحب طرزِ مصنف تھے۔ اس شعبے کو یہ فخر حاصل رہا ہے کہ کئی سال تک مرحوم اس سے وابستہ رہے اور اپنے چشمہ فیض سے طلباء وطالبات کو سیر اب کرتے رہے۔ مرحوم ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن کے بانی تھے۔ مرحوم ہی کی انتھک کوششوں نے اس ادارہ کو ایک نمایاں حیثیت بخشی ہے۔ مرحوم نے پانچ مرتبہ دنیا کا تبلیغی دورہ کیا۔ ابھی چند سال قبل اسی یونیورسٹی سے مرحوم نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی اور ان کا مقالہ حال ہی میں چھپ کر منظرِ عام پر آیا ہے[۱۸]۔

۱۸؎ روزنامہ حرّیت کراچی، جمعہ ۱۵ / جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۷/ جون ۱۹۷۴ء، شمارہ: ۱۵۰، ص ۲۔

(۱) مولانا فضل الرحمٰن انصاری کے انتقال پر تعزیتی بیانات

کراچی ۴؍جون: مرکزی جماعت اہلسنت کے ناظم اعلیٰ مولانا سید سعادت علی قادری نے مولانا فضل الرحمن انصاری کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے، آج ایک تعزیتی بیان میں انہوں نے کہا کہ پاکستان ایک باصلاحیت وباکردار عالمِ دین اور مبلغ اسلام سے محروم ہو گیا ہے، انہوں نے مولانا کی مذہبی خدمات کو سراہا۔ اسلامی جمعیت طلبہ کراچی کے علاقہ وسطی کے ناظم جناب اقبال ابو بکر اور علاقہ غربی کے ناظم جناب الیاس عبد الستار نے المرکز عالم اسلامی کے بانی صدر اور ممتاز عالم دین ڈاکٹر مولانا فضل الرحمن انصاری کے انتقال پر افسوس کا اظہار کیا اور کہا اسلام کی تبلیغ کے لیے مرحوم کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں اور ان کا انتقال عالم اسلام کے لیے ایک عظیم نقصان ہے۔ جمعیت ثناخوانانِ رسول پاکستان کے سرپرست اعلیٰ مولانا سید محمد ریاض الدین سہروردی نے مبلغِ اسلام مولانا ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مولانا کی وفات سے نہ صرف مسلمانانِ پاکستان بلکہ پورے عالمِ اسلام کو دلی صدمہ پہنچا ہے۔ جمعیت محبانِ اسلام کے صدر جناب محمد علی شاہ قیصرانی اور جنرل سیکریٹری حاجی محمد رفیق صدیقی نے مولانا فضل

الرحمن انصاری کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور ان کی خدمات کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ جمعیت علماءِ پاکستان کراچی کے صدر صوفی ایاز خان نیازی نے تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ حضرت مولانا فضل الرحمن انصاری کی ناگہانی موت سے نہ صرف مسلمانانِ پاکستان بلکہ پورے عالمِ اسلام کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ دنیائے اسلام کو مبلغِ اسلام مولانا فضل الرحمن انصاری جیسی بے بدل شخصیت کی ضرورت تھی، ان کی اچانک جدائی پر جمعیت علماءِ پاکستان سوگوار ہے اور دعاگو ہے کہ موصوف کو باری تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

جمعیت ثناء خوانانِ رسول پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ سید فصیح الدین سہروردی نے مشہور عالمِ دین مولانا ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کی وفات پر رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ مولانا کی وفات عالمِ اسلام کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے اور اس عالم اسلام آپ کی خدمت کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ انہوں نے کہا کہ مولانا موصوف نے اسلام کی ناقابلِ فراموش خدمات کی ہیں، خدا تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

پاکستان عوامی علماء پارٹی کے جنرل سیکریٹری مولانا محمد یوسف میمن نے ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن کے بانی صدر ڈاکٹر مولانا فضل الرحمن کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ قومی اسمبلی کے رکن مولانا ظفر احمد انصاری نے ایک تعزیتی پیغام میں ڈاکٹر انصاری کے انتقال پر افسوس ظاہر کیا ہے، جنہوں نے پاکستان اور

پاکستان سے باہر اسلام کی زبر دست خدمت کی، ممتاز شاعر مولانا ماہر القادری نے بھی اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر انصاری نے اسلام کے لیے جو خدمات انجام دی ہیں، وہ ہمیشہ یاد رہیں گی[19]۔

(۲) مولانا انصاری کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی

کراچی ۴/ جون (اسٹاف رپورٹر) نائب امیرِ جماعتِ اسلامی کراچی سید آصف علی نے مولانا فضل الرحمن کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور اسے زبر دست ملی نقصان قرار دیا ہے، سید آصف علی نے ایک تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ مولانا فضل الرحمن انصاری طویل مدت سے دینی خدمات انجام دے رہے تھے، پاکستان کے علاوہ افریقہ، ایشیا اور یورپ کے مختلف علاقوں میں انہوں نے تبلیغ دین کے لیے شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ ان کی وفات سے عالمِ اسلام ایک ذی علم اور پُر خلوص شخصیت سے محروم ہو گیا، تاہم ان کی شخصیت اور خدمات کو عالمِ اسلام ہمیشہ یاد رکھے گا[20]۔

۱۹۔ روزنامہ جسارت کراچی، جلد ۵، شمارہ: ۸۷، ۱۴/ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۶/ جون ۱۹۷۴ء، ص ۳۔

۲۰۔ روزنامہ جسارت کراچی، جلد ۵، شمارہ: ۸۷، ۱۴/ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۶/ جون ۱۹۷۴ء ص ۴۔

(۳) سندھ اسمبلی میں ڈاکٹر انصاری کے انتقال پر تعزیتی قرارداد پیش کرنے کی اجازت نہیں ملی

کراچی ۴؍ جون (اسٹاف رپورٹر) سندھ اسمبلی کے اجلاس میں آج عالمی شہرت یافتہ مبلغ اور ممتاز عالم دین مولانا ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کی وفات پر اسپیکر جناب غلام رسول کیہر نے مسلم لیگ کے جناب جی اے مدنی کو تعزیتی قرارداد پیش کرنے کی اجازت نہیں دی، انہوں نے کہا کہ یہ قرارداد ایوان میں پیش نہیں کی جا سکتی، اگر ارکان چاہیں تو مرحوم کی روح کو ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ پڑھ سکتے ہیں، لیکن پیپلز پارٹی کے آغا صدر الدین نے اعتراض کیا، جس کے بعد اسپیکر نے فاتحہ خوانی کی اجازت بھی نہیں دی[۲۱]۔

(۴) مولانا فضل الرحمن انصاری کی وفات پر تعزیت

کراچی ۵ جون شعبہ علومِ اسلامی کراچی یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ کے ایک اجلاس میں ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری مرحوم کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار اور مرحوم کے لیے دعائے مغفرت اور پس ماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا گیا، اجلاس میں کہا گیا کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم ایک اسلامی اسکالر اور مبلغ تھے۔ مرحوم صاحب طرز مصنف تھے، اس شعبے کو فخر حاصل رہا ہے کہ کئی سال تک

۲۱؎ روزنامہ جسارت کراچی، جلد ۵، شمارہ: ۸۸، جمعہ ۱۵؍ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۷؍ جون ۱۹۷۴ء، ص ۳۔

مرحوم اس سے وابستہ رہے اور اپنے فیض سے طلبہ وطالبات کو سیراب کرتے رہے۔ جماعتِ اسلامی علاقہ شمالی مجلس شوریٰ کے ایک اجلاس میں مولانا فضل الرحمن انصاری مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی گئی اور ایک قرار داد میں مرحوم کی دینی علمی اور تبلیغی خدمات کو اُمتِ مسلمہ کے لیے شجرِ طیبہ قرار دیا، جس سے آنے والی نسلیں فیض یاب ہوتی رہیں گے۔ جمعیت اتحاد المسلمین پاکستان کے صدر میر واصف نے کہا ہے کہ مرحوم ڈاکٹر مولانا فضل الرحمن انصاری کی وفات پوری دنیا کے لیے ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے[۲۲]۔

(۵) ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کے انتقال پر تعزیتی پیغامات

کراچی ۹/ جون مشہور عالم دین اور مفکر ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری کے انتقال پر دنیا بھر کے ممالک سے تعزیتی پیغامات موصول ہو رہے ہیں، جنوبی افریقہ کے مسلمانوں نے ایک تعزیتی پیغام میں کہا ہے کہ ڈاکٹر انصاری کی وفات عالمِ اسلام کا عظیم نقصان ہے۔ پیغام میں دعا کی گئی ہے کہ خدا انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔ جنوبی امریکہ اور کیریبئن کے مسلمانوں نے اپنے پیغام میں کہا کہ ڈاکٹر صاحب نے جنوبی امریکہ اور کیریبئن کے مسلمانوں کی جو عظیم خدمات انجام دی تھیں، وہ یادگار رہیں گی۔

۲۲۔ روزنامہ جسارت کراچی، جلد ۵، شمارہ: ۸۸، جمعہ ۱۵/ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۷/جون ۱۹۷۴ء، ص ۳۔

انجمن اہلِ سنت والجماعت ٹرینڈاڈ اور توبیگو نے ایک پیغام میں کہا گیا ہے کہ ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کی موت سے ان کے مسلمانوں کو گہرا صدمہ پہنچا ہے۔

گینی کے مسلمانوں نے اپنے پیغام میں کہا ہے کہ مولانا کی موت سے ساری دنیاکے مسلمانوں کا عظیم نقصان ہوا ہے، اُن کے علاوہ سرینیم، سنگاپور، سیشلس اور کئی اور ممالک کے مسلمانوں کی انجمنوں نے ڈاکٹر فضل الرحمن کی موت پر اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور مرحوم کے سوگوار خاندان سے اپنی دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کیا[۲۳]۔

(۶) ڈاکٹر انصاری جید عالم اور مبلغ تھے

مصر کے نائب وزیرِ اعظم کا خراجِ عقیدت

کراچی ۱۸ر جون (اسٹاف رپورٹر) مصر کے نائب وزیرِ اعظم ڈاکٹر عبد العزیز کامل آج مرحوم ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کے اسلامک سینٹر گئے اور ان کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ ڈاکٹر کامل نے ڈاکٹر انصاری کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور کہا کہ ان کے انتقال سے عالمِ اسلام ایک جید عالم، مفر اور اسلام کے مبلغ سے محروم

۲۳۔ روزنامہ جسارت کراچی، جلد ۵، شمارہ: ۹۲، منگل ۱۹ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۱۱ جون ۱۹۷۴ء، ص ۳۔

ہو گیا ہے، انہوں نے کہا کہ میں اسلام کی تبلیغ کے لیے ڈاکٹر انصاری کے طریقہ کار سے بہت متأثر ہوں، جو تعلیم یافتہ اور ذہین افراد کو متأثر کرتا تھا"[24]۔

(۷) مولانا انصاری کی یاد میں تعزیتی جلسہ

کراچی ۲۲/ جون (اسٹاف رپورٹر) ممتاز عالمِ دین مولانا فضل الرحمن انصاری کی یاد میں جمعیت الفلاح کے زیرِ اہتمام اتوار ۲۳/ جون کو ۶ بجے شام ایک تعزیتی جلسہ ہو گا۔ پروفیسر اے بی اے حلیم جلسی کی صدارت کریں گے۔ جب کہ جناب حسین امام، پروفیسر محمود حسین صدیقی اور دیگر رہنما مولانا انصاری کی خدمات پر روشنی ڈالیں گے، جو انہوں نے تعلیمی، تبلیغی اور دینی میدان میں انجام دی ہیں[25]۔

۲۴؎ روزنامہ جسارت کراچی، جلد ۵، شمارہ: ۱۰۰، جمعرات ۲۸ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۲۰ جون ۱۹۷۴ء، ص ۴۔

۲۵؎ روزنامہ جسارت کراچی، جلد ۵، شمارہ: ۱۰۴، پیر ۳ جمادی الثانی ۱۳۹۴ھ، ۲۴ جون ۱۹۷۴ء، ص ۵۔

مولانا فضل الرحمن انصاری انتقال کر گئے

کراچی ۳/ جون (اپ پ، پ پ ا) اسلامی مشنوں کی عالمی فیڈریشن کے بانی صدر ڈاکٹر مولانا فضل الرحمن انصاری آج صبح حرکتِ قلب بند ہونے جانے سے انتقال کر گئے۔ مرحوم کی عمر ساٹھ برس تھی اور انہوں نے اپنے پیچھے ایک بیوہ، چار لڑکیاں اور ایک لڑکا چھوڑا ہے۔ مرحوم کا جنازہ آج رات اسلامک سینٹر شمالی ناظم آباد میں پڑھا گیا۔ مرحوم ایک ممتاز عالم اور کئی کتابوں کے مصنف تھے[۲۶]۔

۲۶۔ روزنامہ مشرق پشاور، ۴/ جون، ۱۹۷۴، ص ا۔

ماہنامہ پیامِ سحر۔۔۔۔

(ا) مولانا ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری رحمۃ اللہ علیہ کو خراجِ تحسین

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سرکاری اخبار "مسلم یونیورسٹی گزٹ" نے یکم اپریل ۱۹۴۴ء کے شمارہ میں حسبِ ذیل "خراجِ تحسین" پیش کیا ہے:

"مولانا انصاری کی حبِ دینی میں ڈوبی ہوئی خدمتِ اسلام، اسلامی فکر و نظر کے افق پر ایک نئے تابناک ستارہ کی آمد اور فرزندانِ مسلم یونیورسٹی کے مابین ایک نئے نمونے کے قیام کا اعلان ہے۔ اس وقت سے جب انہوں نے اٹھارہ سال کی عمر میں اپنی پہلی تصنیف پیش کی وہ ایک بے لوث ہمہ تن مصروف کار رہے ہیں اور اسلام کی سربلندی کے لیے ایسے ولولہ اور استقامت کے ساتھ علمی جہاد کرتے رہے ہیں جو ان کے مؤمن صادق اور بلند پایہ مجاہد ہونے پر دلیل ہے۔ وہ عملِ پیہم پر یقین رکھتے ہیں اور اسلام کی عملی خدمت میں انہوں نے کبھی دریغ نہیں کیا۔ لیکن ان کا امتیاز اسی پر ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ وہ ایسے امتیاز کے حامل ہیں جس میں ان کی ہستی یکتا ہے اور ہمارے نوجوانوں کے لیے مشعلِ ہدایت ہے۔

مسلم یونیورسٹی میں ان کی تعلیمی زندگی انتہائی حد تک درخشاں و تاباں رہی ہے۔ یہاں سے انہوں نے بی۔اے اور بی۔ٹی۔ایچ اور ایم۔اے کی ڈگریاں اعلیٰ ترین اعزازات کے ساتھ حاصل کی ہیں۔ اور اب بھی وہ تحقیق (پی۔ایچ۔ڈی) کا کام اسلام کے اخلاقی اور مابعد الطبیعی فلسفہ پر شہرہ آفاق مسلم فلسفی پروفیسر سید ظفر الحسن کے ماتحت انجام دے رہے ہیں۔ مسلم درجہ اول اور مقام اول پر فائز طالبِ علم

اور فلسفہ میں نئے تاریخی معیار کے حامل کی حیثیت میں وہ ان تمام صفات کے مالک ہیں جو اعلیٰ ترین سرکاری عہدوں کا کسی نوجوان کو مستحق بنا سکتی ہیں اور جن سے دنیاوی عزت، راحت اور وجاہت حاصل ہو سکتی ہے لیکن وہ اپنے دینی فرائض کا ایسا گہرا شعور رکھتے ہیں۔۔[۲۷]"۔

(۲) "عالمِ اسلام کا عظیم مفکر، مفسر، مصلح"

ایس۔ ایم طاہر لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر انصاری نے ملک اور بیرونِ ملک خصوصاً افریقی اور لاطینی امریکا میں وسیع پیمانے پر تبلیغی کام کو منظّم کیا۔ وہ بیرونی ممالک میں قائم شدہ اسلامی مشن کے وفاق کے بھی سربراہ تھے اور اس حیثیت میں متعدد ممالک کا دورہ بھی کر چکے تھے۔ آپ کی تصانیف میں "معاشرے کی قرآنی بنیادیں" نمایاں مقام رکھتی ہے۔ یہ کتاب انگریزی زبان میں ہے اور دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ عصرِ حاضر کے اسلامی لٹریچر میں یہ کتاب ایک بہت ممتاز حیثیت کی مالک ہے"[۲۸]۔

---

۲۷ فوزیہ زرین، "مولانا ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری کو خراجِ تحسین" ماہنامہ "پیامِ سحر" کراچی، جلد نمبر ۲، جون۔ جولائی ۱۹۷۴ء، شمارہ نمبر ۶۔۷۔

۲۸ ایس۔ ایم طاہر، "عالمِ اسلام کا عظیم مفکر، مفسر مصلح" ماہنامہ "پیامِ سحر" کراچی، جلد نمبر ۲، جون۔ جولائی ۱۹۷۴ء، شمارہ نمبر ۶۔۷۔

خبر نامہ ہمدرد (ہمدردِ صحت)

جناب خالد لطیف صاحب کراچی، حکیم محمد سعید کے عالمی دورے کی حالات میں لکھتے ہیں:

"میکسیکو سے جناب حکیم محمد سعید صاحب پورٹ آف اسپین پہنچے۔ اس علاقے کے مسلمان بڑے مخلص ہیں اور اُن میں جذبۂ اسلام بہ درجۂ اتم موجود ہے۔ یہاں تحریکِ اسلام کو آگے بڑھانے کے لیے پاکستان کے مرحوم ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری صاحب نے نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ اُن کی سب سے بڑی کوشش تھی کہ یہاں کے ایک لاکھ مسلمان متحد الفکر رہیں، اُن کی یہ کوششیں بارآور ہوئی ہیں"[۲۹]۔

---

[۲۹] خبر نامہ ہمدرد، کراچی، شمارہ نومبر۔ دسمبر ۱۹۷۶ء، ص ۱۱۔

ماہنامہ الاشرف، کراچی

پیرِ طریقت، رہبر شریعت ابو المکرم ڈاکٹر سید محمد اشرف اشرفی حفظہ اللہ، سجادہ نشین درگاہِ عالیہ اشرفیہ فردوس کالونی، کراچی رقم طراز ہوتے ہیں:

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد فضل الرحمن القادری رحمۃ اللہ علیہ مبلغِ اسلام حضرت علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے داماد اور قائدِ اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے بہنوئی تھے۔ آپ ایک جید عالمِ دین، بلند پایہ خطیب اور مذہبی اسکالر تھے۔ علوم جدید وقدیم پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ آپ کو قطبِ ربانی (ابو مخدوم شاہ سید محمد طاہر اشرف اشرفی جیلانی) قدّس سرّہ سے بڑی عقیدت تھی، ہفتہ میں دو دفعہ ضرور حضرت کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے اور روحانی معاملات میں حضرت سے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کو علامہ عبد العلیم صدیقی ہی نے حضرت قطبِ ربانی قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا تھا اور فرمایا تھا کہ میری غیر موجودگی میں تم ان سے رہنمائی حاصل کیا کرو کیونکہ "میری نظر میں اس وقت ان سے بڑی روحانی شخصیت کوئی نہیں ہے"۔

جب علامہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ آخری عمر میں مدینہ شریف تشریف لے گئے، تو انہوں نے حضرت قطبِ ربانی قدس سرہ کو خط لکھا کہ "میں اب بہت ضعیف ہو چکا ہوں اور مسلسل بیماری نے کمزور کر دیا ہے، جس کی وجہ سے چلنا پھرنا دشوار ہے، لہٰذا آپ میرے داماد ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کو خلافت دے دیں اور ان کی دستار بندی فرمادیں تاکہ وہ میری جگہ تبلیغِ دین کا کام کر سکیں، انہوں نے اسی

قسم کا ایک خط ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کو بھی لکھا، چنانچہ جب وہ مولانا عبد العلیم صاحب کا خط لے کر حضرت قطبِ ربانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: میرے پاس بھی ان کا خط آچکا ہے، اس کے بعد حضرت قطبِ ربانی قدس سرہ نے اپنے مکان مسکنِ سادات فردوس کالونی میں ایک مختصر تقریب منعقد کی اور علماء وصوفیاء کی موجودگی میں ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کی دستار بندی اپنے دستِ مبارک سے فرمائی اور خلافت عطا فرمائی۔ راقم الحروف بھی اس تقریب میں موجود تھا، اس کے بعد سے ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری ہمیشہ عمامہ باندھتے رہے، حضرت قطبِ ربانی قدس سرہ نے خلافت کے علاوہ دیگر خاندانی اوراد ووظائف کی بھی اجازت عطا فرمائی۔ ڈاکٹر انصاری نے نہ صرف یہ کہ ان کو حاصل کیا، بلکہ اپنے معمولات میں شامل کرکے ان کی سختی سے پابندی کی۔ آپ اکثر حضرت قطبِ ربانی قدس سرہ کی خدمت میں اپنے معاملات کے سلسلے میں حاضر ہوا کرتے تھے، حضرت بھی آپ کی بیماری کے دوران مسلسل حاضری دیتے رہے۔ جب حضرت نے وصال فرمایا اور ڈاکٹر انصاری کو آپ کے وصال کی خبر ملی تو انہوں نے فرمایا: آج ہم ایک عظیم روحانی پیشوا سے محروم ہوگئے"[۳۰]۔

---

[۳۰] بصد شکریہ ماہنامہ الاشرف، کراچی۔

احترامِ علم وحکمت

(شامِ ہمدرد، کراچی، ۲۱ر ستمبر ۱۹۷۲ء)
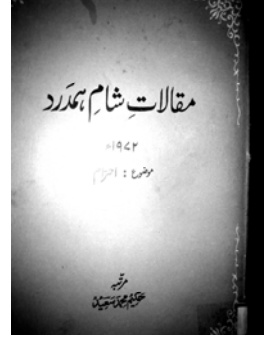
کلماتِ ابتدائیہ: حکیم محمد سعید

مقالہ: جناب محترم سید سبطِ نبی نقوی

کلماتِ صدارت: جناب محترم مولانا محمد فضل الرحمٰن الانصاری القادری

حکیم محمد سعید:

قرآن حکیم کی جو آیت سب سے پہلے آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ پر نازل ہوئی، اُس میں علم حاصل کرنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (۹۶،۱تا۵)

پڑھیے اپنے رب کا نام لے کر جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ پڑھا کیجیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم سے تعلیم دی اور انسان کو اُن اشیا کا علم دیا جن سے وہ ناواقف تھا۔

اس طرح مسلمانوں کا پہلا سبق علم کی اہمیت ہے اور اسلام ہی وہ پہلا دین ہے، جس نے علم کو ایک مخصوص طبقے سے نکال کر عام انسانوں تک پہنچایا اور بار بار

علم حاصل کرنے کی ترغیب دی اور تاکید کی۔ قرآن حکیم میں حضور نبی اکرم ﷺ کو اضافہ علم کی دعا کرنے کی ہدایت دی گئی:

وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (۲۰،۱۱۴) یعنی: ”اور آپ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھادیجیے“۔

ہمیں بتایا گیا ہے کہ اہلِ علم کا درجہ بے علموں سے بڑا ہے اور عالم و جاہل برابر نہیں ہوسکتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ (۳۹: ۹) یعنی: آپ کہیے کہ کیا علم والے اور جہل والے کہیں برابر ہوتے ہیں۔

قرآن کی اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں نے علم حاصل کرنے کو اوّلین اہمیت دی اور اخلاق کے بعد علم کو اپنے لیے ذریعۂ عزّت اور درجۂ فضیلت جانا۔ علم کو حاصل کرنے اور علم کو پھیلانے اور اہلِ علم کی قدر و منزلت کرنے کے واقعات سے مسلمانوں کی تاریخ بھری پڑی ہے۔

احکامِ الٰہی کے علاوہ تاریخ اسلام کی تعلیمات میں علم کی اہمیت اور علماء کے احترام کی واضح ہدایات موجود ہیں، حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ

”علم حاصل کرو اس لیے کہ جو شخص علم حاصل کرتا ہے وہ اللہ کے راستے میں نیکی کرتا ہے، جو شخص علم کا تذکرہ کرتا ہے، وہ خدا کی تسبیح کرتا ہے، جو شخص علم کی جستجو کرتا ہے وہ اللہ کی محبّت کا دم بھرتا ہے، جو شخص علم پھیلاتا ہے وہ صدقہ دیتا ہے“۔

ایک اور ارشاد ہے: "طالبِ علم کی راہ میں فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں"۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کو عبادت سے افضل قرار دیا ہے، فرمایا: "عالموں کی باتیں سنا اور حکمت کے اسباق کو دوستوں کے ذہن نشین کرانا عبادت سے بڑھ کر ہے۔"
اور یہ بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ارشاد ہے: "طالب علم کی روشنائی شہیدوں کے خون سے بھی زیادہ پاک ہوتی ہے"۔

ان چند ارشادات سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ احترامِ علم و حکمت سے اُمّتِ مسلمہ کا قوام بنا ہے۔ اسلام سے پہلے علم و حکمت کو صرف مذہبی پیشواؤں کی میراث سمجھا جاتا تھا۔ روشن خیال یورپ کی تاریخ، علمی تحقیق کے صلے میں تعزیر کی مثالوں سے خالی نہیں ہے۔ زمین کا گول ہونا یا متّحرک ہونا بھی اہلِ مذہب کو گوارانہ تھا اور سائنس داں ایسی باتوں پر قید اور قتل کی سزاؤں کے مستوجب قرار پاتے تھے۔ نوعِ انسانی پر مسلمانوں کا یہ احسان ہے کہ انھوں نے علم کو پُجاریوں اور پادریوں کے چنگل سے آزاد کرایا اور ذہنی آزادی عطا کی جو علم و حکمت کی جان ہے۔ اس طرح ہم پوری ذمّے داری کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ جدید سائنس کی بنا مسلمانوں کے ہاتھوں پڑی اور قافلۂ انسانیت جو آج علم و حکمت کی شاہ راہ پر گامزن ہے، تو اس سفر کا آغاز مسلمانوں ہی نے کیا ہے۔ قرآن حکیم نے حکمت کو خیر کثیر سے تعبیر کیا ہے:

وَ مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ (۲: ۲۶۹) یعنی: اور جس کو حکمت عطا کی جاتی ہے وہ یقیناً خیرِ کثیر سے سرفراز ہوتا ہے۔

مسلمان حکمت کو اپنی گم شدہ میراث سمجھتے ہیں اور اس سے مستفید ہونے میں اُن کے لیے یہ بات مانع نہیں ہے کہ یہ کہاں سے ملی ہے اور کس سے ملی ہے؟

ان حقائق کے ساتھ ساتھ اگر ہم اپنی موجودہ حالت کا جائزہ نہ لیں تو یہ بات حقیقت شناسی کے خلاف بھی ہوگی اور اپنی غفلت اور نکبت کا جواز تلاش کرنے کے مترادف بھی۔ واقعہ یہ ہے کہ آج ہماری کیفیت اس کے بالکل برعکس ہے، جو ہمارے اسلاف کا طرۂ امتیاز تھی۔ آج ہم علم و حکمت کے میدان میں نہ صرف پیچھے ہیں، بلکہ بہت پیچھے ہیں۔ علم و حکمت ہمارے لیے محترم نہیں رہے۔ آج تخلیق، تحقیق، ایجادو اختراع سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، بلکہ ہمیں یہ پوری طرح علم بھی نہیں ہے کہ علم و حکمت کے میدان میں یارانِ تیز گام نے کس منزل کو جالیاہے اور وہ کن امکانات کو چھو رہے ہیں۔ منزل یہ آگئی ہے کہ اگر کوئی شخص دوسروں کی تخلیقات و تحقیقات سے واقف ہو، تو وہ شخص بھی ہمارے لیے سرمائے کی حیثیت رکھتا ہے۔ نقل و ترجمہ ہمارا کل اثاثہ ہے۔ اب تو ہمیں یہ بھی دوسرے بتاتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے کیا کیا کام کیے تھے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے اہلِ علم اور اصحابِ فکر اس پر غور کریں اور ان اسباب و عوامل کا کھوج لگائیں جو اس تفاوت کے ذمّے دار ہیں اور ملّت کے سامنے حقائق کو بلاکم و کاست بیان کریں۔

میں دل سے ممنون ہوں آج کے مہمان مقررّ جناب محترم پروفیسر سیّد سبط نبی نقوی صاحب کا، جنھوں نے احترامِ علم و حکمت کو اپنا موضوع بنایا۔ پاکستان کے ایک ممتاز سائنسداں کی حیثیت سے جناب سیّد صاحب اس موضوع کے سائنسی اور

علمی مطالعے کے لیے ایک موزوں شخصیت ہیں۔ سیّد صاحب کے والد گرامی مولوی سیّد عنایت احمد نقوی حیرتؔ بدایونی ممتاز اہلِ علم میں سے تھے۔ ابن الہیثم کی شہرہ آفاق کتاب "کتاب المناظر" پر کمال الدین ابن الفارسی کی مشہور شرح "تنقیح المناظر" کے مختلف نسخوں کے مقابلے اور تصحیح کے لیے نواب عماد الملک بلگرامی نے ۱۹۱۸ء میں مولوی صاحب مرحوم کو منتخب کیا تھا اور مولوی صاحب کا تصحیح کردہ نسخہ دائرۃ المعارف حیدرآباد سے شائع ہوا تھا۔ جناب سبطِ نبی نقوی صاحب ۶/ جنوری ۱۹۰۷ء کو لشکر گوالیار میں پیدا ہوئے اور اعلیٰ تعلیم مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں حاصل کی جہاں سے آپ نے ۱۹۳۰ء میں ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے پی۔ ایچ۔ڈی میں داخلہ لے کر تحقیقات شروع کر دی، لیکن جلد ہی آپ ہندوستان کے محکمۂ (Meterology) سے وابستہ ہو گئے اور اس کی مرکزی لائبریری میں آپ کو اپنی علمی دلچسپیوں کی تکمیل کا موقع ہاتھ آ گیا۔ وہاں آپ نے میکالیات، موسمیات، آبیات، بحریات، شماریات، ہیئتِ ارضی وہیئت طبیعات میں خصوصی مہارت حاصل کی اور سائنسی موضوعات خصوصاً میکالیات اور موسمیات پر مضامین لکھنے شروع کیے۔ اسی زمانے میں آپ نے موسمیات پر علمی تحقیق شروع کی جو پاکستان بننے کے بعد آبیات، بحریات اور ہئیت تک وسیع ہو گئی۔ سیّد صاحب محترم نے تقریباً چالیس تحقیقی سائنسی مقالات ملک اور بیرونِ ملک کانفرنسوں اور مذاکروں میں پڑھے۔

آزادی ملنے پر سیّد صاحب محکمۂ میکالیات ہند کی تقسیم اور محکمۂ میکالیات پاکستان کی تعمیر میں مصروف رہے۔ ۴۹ء سے ۱۹۵۳ء تک لاہور میں محکمۂ میکالیات کے شمال مغربی ریجن کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے کام کیا۔ مارچ ۵۳ء میں محکمۂ میکالیات پاکستان کے سربراہ مقرر ہوئے اور ۶۷ء میں ریٹائر ہوئے، لیکن جنوری ۱۹۶۶ء میں حکومت نے آپ کو اقوام متحدہ کے ٹیکنیکل ماہر کا عہدہ قبول کرنے کی اجازت دی، جہاں آپ نے فروری ۱۹۶۹ء تک کام کیا۔

۱۹۴۰ء میں سیّد صاحب رایل میٹرولاجیکل سوسائٹی لندن کے فیلو چُنے گئے۔ ۱۹۵۴ء میں رائل اسٹرانومیکل سوسائٹی لندن کے فیلو بنائے گئے۔ بعد میں امریکا کی جیوفزیکل یونین کے ممبر منتخب کیے گئے۔ اس سال (۱۹۷۲ء) آپ کو امریکن ایسوسی ایشن فار ایڈوانس منٹ آف سائنس کی رکنیت کی دعوت موصول ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ سیّد صاحب بہت سی بین الاقوامی کمیٹیوں اور کانفرنسوں کے رکن اور پاکستان کے نمائندے کی حیثیت سے اہم خدمات انجام دے چکے ہیں۔ ۱۹۵۱ء میں سیّد صاحب نے پنجاب فلڈ کمیشن میں محکمہ میکالیات کی نمائندگی کی اور طغیانیوں کی پیش بندی کا ایک طریقہ ایجاد کیا، جو اب بھی رائج ہے اور جس کی وجہ سے پنجاب کے دریاؤں میں طغیانی کی بروقت اطّلاع سے قیمتی جانوں کی حفاظت اور مالی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ آپ مشرقی اور مغربی پاکستان کے فلڈ کمیشن کے بھی فعال رکن رہے ہیں اور سیٹو اور سینٹو کی میکالیاتی کمیٹیوں میں موثّر کردار ادا کیا ہے۔ اس کے علاوہ سیّد

صاحب نے پنجاب، کراچی اور بغداد یونیورسٹی میں معلّم اور ممتحن کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دی ہیں۔

آج کے صدر مجلس حضرت مولاناڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری قادری بھی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں، جنھوں نے اپنی دینی و علمی مصروفیات کے باوجود ہماری درخواست قبول فرمائی اور اس مجلس کی صدارت کی زحمت گوارا فرمائی۔ حضرت مولانا کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ آپ عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کے فاضل اور قدیم وجدید علوم کے ماہر ہیں۔ دینی علوم کی تحصیل کے علاوہ آپ نے جدید تعلیم بھی حاصل کی اور ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی کی اسناد حاصل کیں۔ آپ انگریزی زبان میں اشاعتِ اسلام کے لیے بیس سے زائد کتابیں تصنیف فرماچکے ہیں۔اس کے علاوہ پانچ بار عالمی تبلیغی دورے بھی کیے ہیں۔ آپ نے تبلیغِ اسلام کے لیے ''ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز'' کی بنیاد رکھی جس کے ذریعہ سے آپ گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں''۔

جناب محترم سیّد سبطِ نبی نقوی:

آج سے پہلے شامِ ہمدرد میں انسانی تصوّرات کے مختلف پہلوؤں کے احترام کے متعلق بہت کچھ کہا جاچکا ہے۔ اس میں احترامِ ادب وادیب، احترامِ کتاب و قلم اور خود احترام سب ہی شامل تھے۔ آج میں احترامِ علم و حکمت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ آج سے نصف صدی پہلے تک احترام ہماری زندگی

میں ایک مسلّمہ حقیقت اور ہمارے کردار کا جزو لاینفک ہوا کرتا تھا، لیکن عروجِ سائنس کے موجودہ دور میں احترام کا لفظ زیادہ پسندیدہ اور طرح دار نہیں رہا ہے۔ ایک سائنس داں دعوا کرتا ہے کہ وہ حقائق، حقائق شناسی اور حقائق شناس کے سوا کسی کا احترام نہیں کرتا۔ وہ تجربات، واردات اور واقعات کو زیرِ تحقیق لاتا ہے، کیوں کہ انسان زندگی میں یہی ٹھوس اور اَنمٹ حقائق ہوتے ہیں، لیکن اپنی تحقیق کے دوران وہ ان حقائق کو بھی کسی احترام کے جذبے کے ساتھ نہیں چُھوتا بلکہ اُس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ پہلے وہ یہ یقین کرلے کہ وہ تجربات اور واردات، جن پر وہ تحقیق کرنا چاہتا ہے، حقائق کے درجے پر فائز کیے جانے کے مستحق بھی ہیں یا نہیں۔ اس کے بعد وہ تجزیہ کرکے ان کو ریزہ ریزہ کرڈالتا ہے۔ پھر وہ ان کے عناصرِ ترکیبی کا دوسرے تجربات کے ایسے ہی عناصر ترکیبی سے مقابلہ کرکے اُن کے درمیان وہ رشتے دریافت کرنے کی کوشش کرتا ہے، جن کے ذریعہ سے وہ کارخانۂ قدرت کی نیرنگیاں پیدا کرتے ہیں۔ اس ساری کوشش میں جو جذبہ برسر عمل ہوتا ہے، وہ حق کو آشکار کرنے اور اُس کے پرتو دیکھنے کا ہوتا ہے۔ نہ کسی قول کے ساتھ عقیدت ہوتی ہے اور نہ کسی چیز کا احترام۔ میں نے جوانی کے دور میں اس کیفیت کو یوں بیان کیا ؎

نقشِ پائے یار کے بس کھوج میں پھرنا یونہی
عاشقِ وارفتہ کا گویا یہی ایمان ہے

سائنس کا طالب علم ہونے کی وجہ سے میں تقریباً نصف صدی اس کھوج میں گزار چکا ہوں، میری کاوشوں کے نتیجے دوسروں کے لیے قابل توجّہ بھی بنے، اس کا اعتراف بین الاقوامی سطح پر کیا گیا اور میرے منھ سے حق کے سوا کسی اور کے احترام کی باتیں کچھ بے جوڑ معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں، وہ اس پچاس سالہ جستجو کا ہی نتیجہ ہے۔ اگر کسی نے شعوری طور پر اپنی زندگی کو مقصد بنانے کی کوشش کی ہو، تو ہر ذی فہم شخص کی زندگی میں ایک درجہ آتا ہے، جب وہ اپنے شعور کی گہرائیوں میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جس چیز کو آج تک میں ایک مقصد سمجھتا رہا ہوں کیا وہی قابلِ توجّہ مقصد تھا یا اس ظاہری مقصد کے پیچھے کوئی اور بنیادی محرّک سرگرمِ عمل تھا؟ میری آج کی کوشش اس ہی ذہنی کشمکش کا نتیجہ ہے اور وہ ختم ہوتی ہے احترامِ علم و حکمت پر۔

اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ علم و حکمت میں ہماری ساری کوشش یہ ہوتی ہے کہ ہم مختلف محسوسات، تجربات، ادراکات اور وارداتِ انسانی میں تعلقات دریافت کریں۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ تمام مظاہرِ قدرت میں کچھ تعلقات پہلے سے موجود ہوتے ہیں، جن کی بنا پر وہ ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ وہ تعلقات اس وقت بھی سرگرم رہتے ہیں، جس وقت اُن کو محسوس کرنے والا اور تجربے کے حصار میں لانے والا موجود نہ ہو۔ بہ الفاظِ دیگر وہ تعلقات جن کو ایک عالم اور حکیم دریافت کرنے کی کوشش کرتا ہے، بذاتِ خود علم و حکمت نہیں ہوتے، بلکہ علم و حکمت نام ہے ان تعلقات کو الفاظ، نمونوں، نشانیوں یا علامتوں سے ظاہر کرنے

کا۔ اور یہ الفاظ، نمونے، نشانیاں اور علامتیں پیداوار ہوتی ہیں انسانی دماغ کی اس صلاحیت کی، جس کو ہم خیال کہتے ہیں، چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ علم و حکمت اشیا میں نہیں ہوتے، بلکہ وہ انسانی خیال کی پیداوار ہیں اور وہ انسانی ذہن میں ہوتے ہیں۔ چنانچہ علم و حکمت کی تعریف یہ ہوئی کہ انسانی دماغ میں قدرت کی نشانیوں یا قرآنی اصطلاح میں آیاتِ بیّنات کو ایک دوسرے سے ممیّز کر کے تشبیہوں، استعاروں، نشانیوں، علامتوں یا اسماء کے ذریعہ سے اُن کے تصوّرات قائم کرنے اور ان تصوّرات کے درمیان آپس کے تعلقات قائم کرنے کا نام علم و حکمت ہے۔

جہاں تک آیات کے محسوسات سے دماغ کے متاثّر ہونے کا تعلق ہے، یہ صلاحیت تو انسان میں تمام دوسرے ذی حیات اجسام کے ساتھ مشترک ہے۔ نباتات اور حیوانات بھی اپنے ماحول سے اثر قبول کرتے ہیں۔ یہی محسوسات ہیں لیکن ان محسوسات کو علم میں تبدیل کرنا صرف انسان کا ہی ممتاز کن کارنامہ ہے۔ انسانی دماغ کا یہ ایسا پیچیدہ اور پُر عظمت کارنامہ ہے کہ ہر دور کے عالموں اور فلسفیوں نے اس موضوع پر روشنی ڈالنے کی اور اُس کی اُلجھی ہوئی گُتّھیوں کو سلجھانے کی کوشش کی ہے، لیکن ابھی تک اس مسئلے کی تمام مشکلات حل نہیں ہو سکی ہیں۔ ان کوشش کرنے والوں کی صف میں افلاطون، ارسطو، ابن سینا، رازی اور غزالی، لاک، ہیوم، برکلے، نٹشے، برگسان، آئنسٹائن، بھوئر، شروڈنگر، ڈی بروغلی، اقبال اور سینکڑوں علم و حکمت اور فلسفہ کے ماہروں کو کھڑا پاتے ہیں، لیکن ابھی تک علمیات کے تمام متعلقہ مسائل کا نہ مکمّل احاطہ کیا جا سکا ہے اور نہ ان کی مکمل وضاحت۔ ارسطو کے نظریۂ علم

سے چوں کہ اس کی فضیلت اور احترام پر روشنی پڑتی ہے، اس لیے مجھے یقین ہے کہ اس کا خیال آپ کی دل چسپی کا باعث ہو گا۔ ارسطو کے نزدیک ''علمی فعلیت ایسی شے ہے، جس کو بلا خوفِ مغالطہ خدا سے منسوب کر سکتے ہیں''۔ اس لیے اس کو وہ انسان کے لیے بہترین فعل قرار دیتا ہے۔ وہ اپنی کتاب ''اخلاقیات'' میں کہتا ہے:

''علم کی مقدس زندگی میں انسان کی شریف ترین قوّت پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے جو انسان کو باقی مخلوقاتِ ارضی سے ممتاز کرتی ہے اور جس میں اس کو بہترین سعادت نصیب ہوتی ہے''۔

لیکن ساتھ ہی وہ اضافہ کرتا ہے کہ

''چوں کہ انسان میں فطرتِ حیوانی اور عقل خالص دونوں ایک ساتھ جمع ہو جاتے ہیں، اس لیے وہ مسلسل ایسی زندگی نہیں گزار سکتا۔ پس سعادتِ انسانی میں اجتماعی اور شہری فضائل کے حصول کو بھی دخل ہوتا ہے''۔

علم و حکمت اور عالم و حکیم کی فضیلت کے متعلق قرآن کریم اور رسول مقبول ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشادات بعد میں بیان کروں گا۔

بہر حال ماحول سے پیدا ہونے والے اثرات تمام جان داروں کے جسموں کے ان حصّوں میں تبدیلیاں پیدا کرنا شروع کر دیتے ہیں، جن سے وہ بقائے حیات اور ترویج نسل کے لیے اگر فائدہ اٹھا سکتے ہوں، تو استفادہ حاصل کریں۔ اگر وہ ضرر رساں ہوں تو اُن سے بچاؤ کریں۔ صبح سویرے جب فضا پر سہانا سماں طاری ہوتا ہے، ٹھنڈی ہوا خوش خرامی میں مشغول ہوتی ہے اور باغ وراغ میں ہر طرف بھینی بھینی

خوشبو مہکی ہوئی ہوتی ہے، تو مور ناچنا شروع کر دیتا ہے، چڑیاں چہچہانے لگتی ہیں۔ اسی طرح گرمیوں کی دوپہر میں جب ہر طرف لو چل رہی ہوتی ہے، تو ایک سہانے سایہ دار کنج میں بیٹھ کر کوئل کوکنا شروع کر دیتی ہے۔ یا جب گھر کر کالی کالی گھٹائیں اٹھتی ہیں تو پپیہا پی کہاں کی رٹ لگا دیتا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ ویسا ہی خوش وقتی کا مشغلہ ہوتا ہے، جیسے انسان کا گانا اور خوش وقتیاں کرنا، لیکن ماہرین حیاتیات ان میں بھی بقائے حیات اور ترویجِ نسل کے پہلو تلاش کر لیتے ہیں۔ بہر حال یہ ماننا پڑتا ہے کہ حیوانوں میں ماحول سے متاثر ہو کر کارکردگی زیادہ تر نفع بخش افعال پر ختم ہوتی ہے۔ وہ اپنے احساسات کو فوری طور پر لاحاصل تصوّرات میں تبدیل کر کے اسماء، اشارات اور نشانیوں میں تبدیل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی بولیاں چند آوازوں اور چند اقسام کی چیخ وپُکار پر مشتمل ہوتی ہیں۔ وہ الفاظ بنا کر اُن کو صرفی اور نحوی ترکیبوں سے علّت و معلول کا تصوّر ظاہر کرنے اور خیالات کو الفاظ کی مسلسل کڑی میں پرو کر بیان کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اُن کی اس خصوصیت کو قدیم فلاسفہ نے بھی اچھی طرح پہچان لیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ تمام دوسرے حیوانوں پر اُس کی بڑائی ظاہر کرنے کے لیے اُسے ''حیوانِ ناطق'' کا نام دیا تھا۔ یہ ٹھیک بھی تھا۔ بحر الکاہل کے بعید ترین یکّہ و تنہا جزیروں میں بنی نوع انسان سے بالکل الگ تھلگ وحشی ترین انسانی قبیلے بھی کوئی نہ کوئی زبان استعمال کرتے ہیں، جن میں نہ صرف چیزوں اور کیفیتوں کے نام ہوتے ہیں بلکہ افعال کے نام بھی ہوتے ہیں، جو فعل کے وقت اور طریقے کے ساتھ بدلتے جاتے ہیں۔ لسانیات کے اکثر ماہرین کا خیال ہے کہ

یہ نتیجہ ہوتا ہے انسان کے ایک جبلّی تقاضۂ نطق کی تکمیل کا، لیکن تھوڑا سا غور کرنے پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ خیال درست نہیں ہے۔

یقیناً انسان میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ اپنے محسوسات کو تصورات میں تبدیل کر کے صوتی نشانیوں یعنی الفاظ اور مسلسل جملوں سے ظاہر کر سکتا ہے، لیکن تجربے نے ایک بڑی عجیب وغریب بات ظاہر کی ہے۔ شہنشاہِ اکبر کے زمانے میں ایک انوکھا انسانیاتی (Anthropological) یعنی علم الانسان کا تجربہ کیا گیا۔ کچھ شیر خوار بچوں کو ان کے والدین اور انسانی ماحول سے علیٰحدہ کر کے اس طرح پرورش کیا گیا کہ وہ کوئی انسانی بولی نہ سُن سکیں۔ اس تجربے کا مقصد یہ تھا کہ انسان کی فطری بولی معلوم کی جائے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہو سکا تنہائی کے پروردہ ان بچوّں نے انسانی زبان کی قسم کی کوئی بھی بولی بولنا شروع نہیں کی۔ اس طرح کی تین تاریخی شہادتیں اور بھی موجود ہیں، ایک جنگلی لڑکے پیٹر Peter- The Wild Boy کی، جس کو ۱۷۲۳ء میں ہنیوّر کے قریب پکڑا گیا تھا۔ دوسری مثال ایویران کے وحشی وکٹر Victor- The savage of Averan کی ہے جس کو ۱۷۹۹ء میں جنوبی فرانس میں ایوایران کے قریب پکڑا گیا تھا۔ تیسری مثال دو چھوٹی لڑکیوں اِملا اور کملا کی ہے، جن کو ۱۹۲۰ء میں بنگال میں مدناپور کے قریب جنگل سے پکڑا گیا تھا۔ ان سب بچّوں کی پرورش بھیڑیوں نے کی تھی۔ وہ سب یا تو چُپ رہتے تھے یا بھیڑیوں کی سی غرّانے کی یا دوسری آوازیں نکالتے تھے، لیکن ان میں سے کوئی بھی نہ تو انسانی زبان کی قسم کی کوئی بولی بولتا تھا اور نہ انتہائی کوشش کے باوجود چند الفاظ سے زیادہ سیکھ سکا۔

اس میں شبہ نہیں کہ اگر بچّہ بالکل اکیلا ہو تو وہ اپنی غوں غاں کا نہ تو ماحول سے کوئی جواب پائے گا، نہ اس کو کسی طرح متاثّر ہوتے ہوئے دیکھے گا۔ اس ماحول کے پروردہ بچّوں کے بے زبان ہونے کی یہ وجہ سمجھ میں آتی ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ بچّہ تو تنہائی میں بیٹھا ہوا اپنے آپ سے باتیں کرتا رہتا ہے۔ اگر باتیں کرنا جبلّی تقاضۂ نطق کا نتیجہ ہوتا، تو یہ جنگلی ماحول کے بچے اکیلے میں کچھ الفاظ ایجاد کرکے اور اُن میں اپنے تخیّلات کو گردش میں لا کر کچھ نہ کچھ لسانی پھیلاؤ پیدا کر سکتے تھے۔ پھر املا اور کملا تو کم سے کم دو بچیاں ایک دوسرے سے باتیں کرنے کے لیے قریب قریب ہی ہوا کرتی تھیں، لیکن وہ بھی اس فن سے نابلد تھیں۔ اگر باتین کرنا اور زبان ایجاد کرنا کسی جبلّی تقاضے کا نتیجہ ہوتا، تو ان دو بچیوں میں اس تقاضے کو کیا ہو گیا تھا؟ اس کے برخلاف بچّے اپنے ماں باپ کی گود میں پہلے دن سے زبان سیکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ تھوڑا بڑا ہونے پر تو زبان کو استعمال کرنے کا شوق اتنا بڑھ جاتا ہے کہ تنہائی میں بھی باتیں کرتے ہیں اور نئی نئی زبانیں اور تحریریں ایجاد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ الفاظ اور صرفی اور نحوی ترکیبوں کی ایجاد انسان کے بچّوں کو پیدائشی حق کی طرح ورثے میں نہیں ملتی، بلکہ زبان بولنے والے والدین اور اقربا سے سیکھی جاتی ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ دماغ کی ساری کارگزاریاں، علم و حکمت کی ساری سرفرازیاں الفاظ، زبان اور تحریر کی رہینِ منّت ہیں، لیکن الفاظ اور زبان کا پیدا کرنا انسانی دماغ کے بس کی بات نہیں۔ زبان سے فائدہ اُٹھانے کی صلاحیت دماغ میں ضرور موجود

ہے، لیکن زبان پیدا کرنے اور اس کو شروع کرنے کی قابلیت اُس میں یقیناً موجود نہیں تھی۔

چوں کہ علم و حکمت کے معاملے میں زبان کو انتہائی اہمیت حاصل ہے، ان دونوں کا مدار کلیتاً اس پر ہی ہے، اِس لیے آیئے دیکھیں کہ زبان اصلیت میں ہے کیا؟ الفاظ ادا کرنے کے لیے ہم اپنے ہونٹوں، زبان، حلق اور ناک کی نلی کے پٹھوں کو اس ترکیب سے کھینچتے ہیں اور ڈھیلا چھوڑتے ہیں کہ جب ان میں سے ہو کر ہوا پھیپڑوں سے باہر نکلتی ہے یا اندر جاتی ہے، تو مختلف قسم کی آوازیں پیدا ہوتی ہیں، جیسے آ، با، جا، زا، وغیرہ وغیرہ۔ الفاظ بنانے کے لیے ہم اپنے حلقوم، زبان اور ہونٹوں وغیرہ کو اس طرح تیزی کے ساتھ بدلتے ہیں کہ اُن سے مختلف مفرد آوازن کے مجموعوں سے مرکّبات بن جاتے ہیں، جیسے کہا، سُنا، دیکھا، ہوا، پانی وغیرہ۔ ان الفاظ کو ایک نحوی ترکیب کے ساتھ آگے پیچھے ملانے سے جُملہ بن جاتا ہے، جس کے ذریعہ سے ہم اپنے خیالات کو بیان کرتے ہیں۔

بندر، گوریلا، چمپینزی، بن مانس وغیرہ بہت سے جانوروں کے حلقوم، زبانوں، ہونٹوں وغیرہ کے پٹھوں کی ساخت گو انسانی حلقوم، زبان اور ہونٹوں کی ساخت سے زیادہ مختلف نہیں ہوتی اور بعض موقعوں پر وہ ایسی آوازیں بھی نکالتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی خیال کا اظہار کررہے ہیں، خوش ہورہے ہیں، ڈررہے ہیں، اپنے ساتھیوں کو آگاہ کررہے ہیں یا ایک دوسرے کے غم میں شرکت کررہے ہیں، لیکن یہ سب مفرد آوازیں یا اُن کے بہت سادہ مجموعے ہوتے ہیں۔ ان

میں کوئی بھی آوازوں کو ایسی ترتیب کے ساتھ ردّ وبدل کے بعد نہیں نکالتا، جس سے الفاظ یا جملوں کا شبہ ہو سکے۔ یہ لسانیات کا بہت پڑانا اور پُر اسرار مسئلہ ہے کہ انسان نے اپنے محسوسات اور ادارکات کو الفاظ میں تبدیل کرنے کا طریقہ کیسے سیکھا اور شروع کیا۔ اپنے پیش رو حیوانوں سے وہ یقیناً اس معاملے میں کوئی مدد حاصل نہیں کر سکتا تھا۔

لسانیات میں اس پر بڑی لمبی بحثیں کی گئی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مختلف انسانی گروہوں نے زبانیں بولنا کیسے شروع کیں؟ یہ فن کس نے شروع کیا؟ جسے اب سیکھنے سکھانے یا تعلیم دینے کے فن سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اگر یہ فن تہذیب وتمدّن کے ارتقا کا نتیجہ ہیں، تو کیوں کسی نہ کسی حد تک ایسے وحشی ترین قبیلوں میں بھی پائے جاتے ہیں، جو ابھی تک روایتی معنوں میں تہذیب وتمدن سے بالکل ناآشنا ہیں۔ یہ مسئلہ ایسا پُر اسرار اور چکرا دینے والا ہے کہ ماہرینِ لسانیات نے اُس کو لاینحل تسلیم کر کے اس میں دل چسپی لینی ہی چھوڑ دی ہے، لیکن علم وحکمت کی عظمت سمجھنے کے لیے اس کا سمجھنا ازبس ضروری ہے۔

اکثر کہا جاتا ہے کہ زبان کا اصل مقصد خیالات کو دوسرے لوگوں تک منتقل کرنا ہے، لیکن بچے جو تنہائی میں اپنے آپ سے باتیں کرتے ہیں اور اکثر بڑی عمر والے بھی اس شغل میں اپنا کافی وقت گزارتے ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زبان کے معاملے میں انتقال خیال کے معاملے کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دے دی گئی ہے۔ اصل حقیقت جس کے ماننے میں کوئی عقلی دقّت نہیں ہوتی یہ ہے کہ اصلیت

میں زبان حقیقتوں یا تصوّرات کو صوتی جامہ پہنانے کی ایک عملی کوشش ہوتی ہے اور اس کوشش کے معاشرتی لین دین کے استعمال سے اس میں وسعت اور پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں، جن کا اظہار مختلف زبانیں بولنے والوں کے تمدّن میں ارتقائی منازل سے ہوتا ہے۔

آیئے دیکھیں کہ تصوّرات کو صوتی نشانیوں کا جامہ کس طرح پہنایا جاتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ احساسات نسوں کے ذریعہ سے برقی رَو یا برقی بار کی شکل میں منتقل ہو کر نسوں کے اُن سروں پر پہنچتے ہیں جو دماغ کے مختلف حصّوں میں واقع ہوتے ہیں۔ وہاں برق کے کیمیائی عمل سے خاص رطوبتیں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ سب ایسے مادّی تغیّرات ہیں، جن کا محسوس یا ادراک کی جانے والی اشیا سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ مثلاً میں یہاں ہال میں آپ سب کو دیکھ رہا ہوں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ آپ کے کپڑوں اور چہروں سے جو شعاعیں منعکس ہو کر آرہی ہیں، وہ میری آنکھ کی پُتلی سے گزر کر میرے آنکھ کے پردے پر ایک شبیہ بناتی ہیں۔ اس شبیہ کا اثر برقی رو کے ذریعہ سے میرے دماغ کے اُس حصّے میں کیمیائی عمل پیدا کرتا ہے، جس میں دیکھنے کی صلاحیت ہے۔ تمام جانوروں میں بھی دیکھنے کا عمل ایسا ہی ہوتا ہے۔ ان کیمیائی مرکبّات کا اُن شکلوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، جن کو میں متعیّن کر رہا ہوں۔ جانوروں میں یہ کیمیائی اثر دوسری نسوں کے ذریعہ سے ان اعضا کو منتقل ہو جاتا ہے، جن کے ذریعہ سے وہ آنکھ کے سامنے والی چیزوں سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں، یا بچاؤ کر سکتے

ہیں اور اُن کے متعلقہ اعضا اپنا کام فوراً شروع کر دیتے ہیں۔ انسانوں میں بھی یہ عمل ہوتا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ تین حصّوں پر مشتمل ہوتا ہے:

(۱) یعنی: ایک حِس کو دوسری حِس سے ممیّز کرنا(Discrimination)،

(۲) محسوس کیے ہوئے واقعے اور دوسرے تجربی واقعات میں یکسانیت کا پہلو دریافت کرنا(Identification)

اور (۳) محسوس کیے ہوئے واقعے کو یاد رکھنا(Retention)۔

دماغ میں کیمیائی تبدیلیوں اور اُن کے اثرات کا کسی نہ کسی شکل میں باقی رہ جانا سمجھ میں آتا ہے، لیکن ان اثرات کو صوتی نشانیوں کا جامہ پہنا کر مجرّد تصوّرات اور پھر اسما میں تبدیل ہو جانا، یہ کیونکر ممکن ہو جاتا ہے؟ اس پر فلسفیوں نے بہت بحثیں کی ہیں، لیکن نتیجہ وہی نا اُمیدی ہے جس کا میں نے ابھی تذکرہ کیا۔ اس کی اہمیت آپ پر ایک مثال سے واضح ہو جائے گی۔

عربی زبان میں وہ سب الفاظ اور فصاحت وبلاغت کے وہ تمام صرفی اور نحوی اصول موجود تھے، جو قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔ جب اس ہی عربی زبان میں قرآن کریم ایک اُمّی نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر وحی ہوا، تو اس میں وہ سارے عقیدے اور قاعدے قانون جو انسان کی دنیاوی اور آخرت کی زندگی میں اُس کی خوشی اور خوش حالی اور مکمل ارتقاء کے لیے ضروری اور کافی ہیں، بہت سادگی، خوبی اور تکمیل کے ساتھ بیان کر دیئے گئے اور اس خوبی سے بیان کیے گئے کہ چودہ سو سال سے کُھلے ہوئے چیلنج کے باوجود بنی نوع انسان اس جیسی ایک سورۃ تو درکنار ایک آیۃ بھی پیش نہیں کر سکی ہے۔

اس واقعے کو بیان کرنے سے میرا مطلب یہ ہے کہ گو عربی زبان میں ایک مکمل قانونِ حیات کو سننے کے لیے بنی نوع انسان کو وحی کا انتظار کرنا پڑا۔

بالکل یہی کیفیت زبان کے معاملے میں بھی ہے۔ اس کو قرآن کریم نے بڑی تفصیل کے ساتھ واضح کیا ہے۔ قرآن کریم سے یہ بات واضح ہے اور موجودہ سائنس بھی اس کی تصدیق کرتی ہے کہ انسان کی تکمیل دو درجوں میں ہوئی:

اوّل تخلیق: پیدا کیا جانا (Creation)

اور دوم تکمیل یعنی: روحِ خداوندی کا پھونکا جانا(Perfection)۔

قرآن اور سائنس دونوں کی آفرینش کی کہانی کو عام فہم الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے: سب سے پہلے حیاتی خلیے کھنکھناتی ہوئی مٹی سے ابتدائی بارشوں پر پیدا ہوئے۔ کیچڑ اور پانی میں پروان چڑھے اور مختلف صورتیں اختیار کرتے چلے گئے۔ بعض اُن میں سے اب تک پانی میں رہتے ہیں، بعض خشکی پر، بعض ہوا میں۔ کچھ ان میں پیٹ پر رینگتے ہیں، بعض دو پیروں پر چلتے ہیں، بعض چار پر۔ بعض پروں سے ہوا میں اُڑتے ہیں۔ یہ سب کچھ ربّ العالمین نے کیا ہے یا قدرت کی ارتقائی طاقتوں کے عمل سے ہوا ہے اور خدا کی سب سے بڑی اور حیرت انگیز طاقت یہی ارتقا اور پرورش کرنے کی ہے۔ جب ارتقا کرتا ہوا حیوان اس درجے پر پہنچا کہ صنف کی تھوڑی سی تبدیلی پر علم و حکمت پیدا کرنے والا انسان پیدا ہو سکے، تو اب قرآن کریم کے ہی الفاظ میں اس کہانی کو سنیے کہ وہ کس طرح پیدا ہوا اور اس پر علم کے دروازے کس طرح کھلے۔

تیسری سورت آل عمران میں ارشاد ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک نفسِ واحد حضرت بی بی مریم سے پیدا ہوئے۔ اُن کے متعلق اس میں سورۃ کی ۵۹ویں آیت میں ارشاد ہوا: ''عیسیٰ کا حال خدا کے نزدیک آدم کا سا ہے۔'' پھر چوتھی سورۃ ''النساء'' کی پہلی آیت میں ارشاد ہوا: ''لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفسِ واحد سے پیدا کیا اور اس سے ہی اس کا جوڑا پیدا کیا۔ پھر اُن سے مرد اور عورتیں کثرت کے ساتھ زمین پر پھیلا دیئے۔'' یہی بات سورۃ ''الانعام'' کی ۹۸ویں آیت میں، سورۃ الاعراف کی ۱۸۹ ویں آیت میں اور سورۃ الزمر کی چھٹی آیت میں دہرائی گئی۔ ان آیات سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ''نفس واحدہ'' کسی بھی صنف کی ہو وہ آدم وحوّا کی خصوصیت نہیں رکھتی تھی، کیونکہ ہماری زمین پر سارے مرد اور عورتیں ان ہی دونوں کی اولاد ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو خدا نے پیدا کیا تھا خلیفہ فی الارض بنانے کے لیے اور ارض وسمٰوات پر حکومت کرنے کے لیے۔ اس کے لیے علم کی ضرورت تھی۔ آدم وحوّا اِن دونوں میں یہ صلاحیت تھی کہ وہ علم وحکمت پیدا کر سکیں، لیکن علم وحکمت کی بنیاد یعنی: اسماء کا اختراع نہ وہ جانتے تھے اور نہ اُن سے پہلے کوئی مخلوق، جن میں فرشتے، جِن اور معلم الملکوت سب ہی شامل تھے، چوں کہ حضرت آدم اور اُن کی اولاد سے مادی عالم پر حکومت کروانی تھی، ہر ایک سے اُن کی حکم برداری کروانی تھی اس لیے حضرت آدم کو وحی کے ذریعہ سے خداوند عالم نے خود اسماء کی تعلیم دی۔ اس قصّے کو قرآن کریم یوں بیان کرتا ہے:

''اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں، تو اُنھوں نے کہا، کیا تو اس میں ایسے شخص کو بنانا چاہتا ہے جو فساد پھیلائے گا، کُشت وخون کرتا پھرے گا، اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں، خدا نے فرمایا: میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔'' اور آدم کو سب اشیا کے نام سکھائے۔ پھر اُن کو فرشتوں کے سامنے کیا اور فرمایا کہ اگر سچّے ہو تو ان کے نام بتاؤ۔ اُنھوں نے کہا تو پاک ہے۔ جتنا علم تو نے ہمیں بخشا ہے اس کے سوا ہم کو کچھ نہیں معلوم۔ بے شک تو دانا اور حکیم ہے۔ تب خدا نے آدم کو حکم دیا کہ تم ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ جب انھوں نے اُن کو اُن چیزوں کے نام بتائے تو (خدا نے) فرشتوں سے فرمایا: ''کیوں میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی سب پوشیدہ باتیں جانتا ہوں۔ اور تم جو پوشیدہ رکھتے ہو یا ظاہر کرتے ہو مجھ کو سب معلوم ہے، اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو وہ سب سجدے میں گر پڑے سوائے ابلیس کے۔ اُس نے غرور کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔'' (سورۃ البقرہ، آیات، ۳۰ تا ۳۴)

آپ نے ملاحظہ فرمایا، حضرت آدم کو چیزوں کے اسماء خدا نے خود تعلیم کیے وحی کے ذریعہ سے۔ اسی طرح جیسے حضرت موسیٰ کوہِ طور پر وحی کے ذریعہ سے قانون وہدایت عطا فرمائی گئی، یا حضور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے موقع پر جو کچھ وحی کرنا چاہتا تھا، وحی کر کے اسلام کی تکمیل فرمائی۔ حضرت آدم انسانوں کے پہلے

پیغمبر ہیں۔ اُن کی رسالت کا سب سے بڑا کارنامہ زبان کی ابتدا کر کے علم و حکمت کی بنیاد رکھنا تھا۔ یہ صرف قرآن کا دعوا نہیں ہے، بلکہ آریوں کا وید بھی یہی دعوا کرتا ہے کہ سنسکرت زبان کی تعلیم برہمانے بذاتِ خود دی تھی۔ یہ بھی وحی کے ذریعہ سے زبان کی ابتداء کا دوسرے لفظوں میں اقرار ہے۔ زبان بنیاد ہے علم و حکمت کی، فلسفہ و سائنس کی اور خلافت فی الارض والسّمٰوات کی۔ شیطان نے علم کی فضیلت کو نہ سمجھا۔ اُس نے اپنی ساخت پر غرور کیا اور راندۂ درگاہ ہو گیا۔ آج انسانوں میں بھی بعض علمائے مذاہب اس عطیۂ خداوندی کو، انسانوں کی عظمت اور بزرگی کے اُبلتے، بڑھتے اور پھیلتے ہوئے سرچشمے کو چند تالابوں میں بند دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور باقی وسیع ترین بحر ناپیدا کنار کو طاغوتی طوقتوں کا طوفان قرار دے کر احترام کے دائرے سے باہر نکال دینا چاہتے ہیں۔ وہ سائنس کی تعلیم کو کفر و زندقہ قرار دیتے ہیں۔ یہ بات آپ میں اکثر کو معلوم ہو گی کہ صدیوں کی ضو فشانی کے بعد جامعہ الازہر کی عَالَم درس گاہ میں ایک ایسا دور آیا کہ ماضی قریب تک ابنِ خلدون کے مقدمۂ تاریخ کا داخلہ ممنوع تھا، یہ درست نہیں۔ علم و حکمت کا تو پورا خزانہ ہی علم و احترام کے قابل ہے، کیونکہ یہ منشائے الٰہی کی تکمیل اور اُس کے اپنے مقصد کی تحصیل کے لیے نہ صرف از بس ضروری ہے بلکہ ارادۂ الٰہی کے عین مطابق ہے۔ اُس نے خود ہی علم و حکمت کا دروازہ انسان کے لیے کھولا ہے۔ اب اس قلعے کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کو تلاش کرنا اور اُن سے فائدہ اٹھانا ہمارے لیے فرض عین ہے۔

اس مقام پر ہم اس دلچسپ نکتے کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ بنی نوعِ انسان کے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اُن کو وحی کے ذریعہ سے اسماء سکھا کر بولنا سکھایا اور اس کے ذریعہ سے علم وحکمت کی ابتدا کی گئی۔ پھر قرآن کریم کے مطابق خداوندِ عالم کا اپنے بندوں پر بڑا بھاری احسان ہے کہ اُس نے خود اُن کو لکھنا اور پڑھنا سکھا کر علم کی بنیادوں کو مستحکم کیا اور اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفٰی احمد مجتبٰی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے ایسے عقیدوں اور طریقوں کی تعلیم دی گئی، جن کی مدد سے علم وحکمت اپنی انتہا کو پہنچ سکے۔ اگر مذہب کی تاریخ کا اس بنیادی نظر سے جائزہ لیا جائے تو یہ حیرت انگیز بات معلوم ہوتی ہے کہ مختلف زبانوں کے مذاہب کو علم وحکمت کے ارتقا کی کہانی سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ مذہب عالمِ کون ومکاں میں نیابتِ الٰہی کے طریقے بتاتا ہے اور علم وحکمت اُس کے وسیلے انسان کے ہاتھ میں دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرات ابراہیم اور اسماعیل علیہما السّلام کعبہ کو تعمیر کر رہے تھے تو اُن کی زبان پر یہ دعا تھی: ”اے رب! اِن لوگوں میں ان میں ہی سے ایک رسول مبعوث فرمائیو جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور کتاب وحکمت سکھایا کرے اور اُن کے دلوں کو پاک کرے“۔(بقرہ۔۱۲۹)

پھر جب اُن ہی کی نسل سے حضور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے ہو، تو اسی سورۃ بقرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کے متعلق ارشاد ہوتا ہے: ”جس طرح منجملہ اور نعمتوں کے ہم نے تم میں تم ہی سے ایک رسول بھیجے ہیں، جو تمہارے سامنے

ہماری نشانیاں دہراتے ہیں، تمہیں پاک کرتے ہیں، کتاب و حکمت سکھاتے ہیں اور ایسی باتوں کی تعلیم دیتے ہیں، جو پہلے تم نہیں جانتے تھے"۔(بقرہ۔۱۵۱)

تقریباً انہی الفاظ میں اور بھی کئی جگہ علم و حکمت سکھانا، کائنات اور خالقِ کائنات کی آیتوں اور فشانیوں پر غور و فکر کرنا اور وہ علم سکھانا جو لوگ پہلے نہیں جانتے تھے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے مشن کا اہم ترین مقصد بتایا گیا ہے۔ بلکہ قرآن کریم نے علم و حکمت اور اُس کے احترام کو انسان کے لیے فرضِ عین قرار دیا ہے۔ سورۃ المجادلہ کی گیارہویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ "اور جو لوگ ایمان لائے اور جن کو علم عطا کیا گیا، خدا اُن کے درجے بلند کرے گا۔" یہی نہیں سورہ طٰہٰ میں حکم دیا گیا کہ اپنا علم بڑھانے کی دعا مانگا کرو۔ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

۱۔ خداوند عالم کی تخلیق کے متعلق ایک گھنٹہ غور و فکر میں گزارنا ستّر سال کی عبادت سے بہتر ہوتا ہے۔

۲۔ ایک عالم کے قلم کی روشنائی کا ایک قطرہ راہِ خدا میں شہید ہونے والے کے خون سے زیادہ پُر عظمت ہوتا ہے۔

۳۔ ایک گھنٹہ علم و حکمت کی باتیں سیکھنا ایک ہزار راتیں کھڑے ہو کر عبادت میں گزانے سے زیادہ اچھا ہے۔

اور حالانکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے موقع پر اپنے عالم و دانا طاقت والے پروردگار کے ساتھ قاب قوسین او ادنیٰ کا درجہ حاصل کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ سب کچھ وحی کر دیا گیا، جو وہ وحی کرنا چاہتا تھا۔ آپ کا علم مکمل ہو گیا،

لیکن اس کے بعد بھی آپ کی دُعا: ربّ زدنی علماً ہوا کرتی تھی۔ اقبالؔ نے پیامِ مشرق میں اس نکتے کو خوب بے نقاب کیا ہے، فرماتے ہیں:

سیّدِ کُل صاحبِ اُمّ الکتاب پردگیہا بر ضمیر ش بے حجاب

گرچہ عینِ ذات را بے پردہ دید ربّ زدنی از زبانِ او چکید

علم اشیاء علّم الاسماء ستی ہم عصاء وہم ید بیضا ستی

آخری شعر میں علامہ اقبال نے علم اشیا کی کیسی مکمل تعریف کر دی ہے۔ علم اشیا مبنی تو علم اسما پر ہی ہے، لیکن اگر وہ ایک صادق وامین کے ہاتھ میں ہو، یدِ بیضا بن جاتا ہے۔ سہارے کا کام بھی دیتا ہے اور روزی حاصل کرنے کا بھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کے یہی فائدے بتائے تھے، لیکن جب وہی عصا زمین پر ڈال دیا جاتا تھا، تو پھنکاریں مارتا ہوا ڈسنے والا سانپ بن جاتا تھا۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ "جو کوئی خدا کے واسطے علم حاصل کرتا ہے وہ بڑا نیکی کا کام کرتا ہے۔ جو علم کا چرچا کرتا ہے وہ خدا کی تعریف کرتا ہے۔ جو اس کو تلاش کرتا ہے، وہ پروردگار کا عاشق ہوتا ہے۔ جو علم سکھاتا ہے وہ خیرات کرتا ہے۔ جو علم کو صحیح طریقے سے دوسروں تک منتقل کرتا ہے، وہ خدا کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیتا ہے۔ علم سے انسان حلال وحرام میں تمیز کرنا سیکھتا ہے۔ وہ جنت کا راستہ روشن کر دیتا ہے۔ وہ ریگستان میں ہمارا دوست ہوتا ہے۔ وہ تنہائی میں ہمارا ساتھی اور غربت میں غم گسار اور مددگار ہوتا ہے۔ دوستوں کی محفل میں ہمارا زیور ہوتا ہے اور دشمنوں کے مقابلے میں زرہ بکتر۔ علم کے ذریعہ سے ایک بندہ خدا کی درگاہ میں

اونچے مدارج پر پہنچتا ہے۔ بادشاہوں کے دربار میں عزّت کے مرتبے حاصل کرتا ہے اور آخرت میں مکمل خوشی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ علم ایک رئیس کا زیور ہوتا ہے اور ایک غریب کی روزی کا سہارا۔

یہاں تک ہم نے یہ سمجھنے کی کوشش کی کہ علم وحکمت خدا کی اپنی صفاتِ اعلیٰ میں شامل ہے۔ بنی نوع انسان کے لیے خود اُس نے وحی کے ذریعہ سے اسماء سکھا کر اُس کا حاصل کرنا ممکن بنایا۔ اور یہ انسان کا ایسا پُر عظمت کارنامہ ہے کہ اس کے سامنے ہر سمجھ دار کا سر جُھک جاتا ہے اور اس کا احترام دل و دماغ میں جاگزیں ہو جاتا ہے، لیکن حضرات حیرت کی انتہا نہیں رہتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ نہ صرف بعض علمائے دین ہی علم وحکمت کی بعض شاخوں کو ناقابلِ قبول خیال کرتے ہیں، بلکہ اکثر شعراء نے بھی علم وفن کے درجے کو گھٹانے کی کوشش کی ہے۔ جب اقبال کی ملاقات جاوید نامہ میں فلکِ قمر پر جہان دوست سے ہوتی ہے، تو وہ اُس کے ساتھ اپنی بات چیت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

پیرِ ہندی اندکے در دم کشید باز درمن دید وبے تابانہ دید
گفت مرگ عقل؟ گفتم ترکِ فکر گفت مرگِ قلب؟ گفتم ترکِ ذکر
گفت تن؟ گفتم کہ زاد از گردِ رہ گفت جاں؟ گفتم کہ رمز لاالہ
گفت آدم؟ گفتم از اسرارِ دوست گفت عالم؟ گفتم او خود رو بروست
گفت ایں علم وہنر؟ گفتم کہ پوست گفت حجّت چیست؟ گفتم روئے دوست
گفت دینِ عامیاں؟ گفتم شنید گفت دینِ عارفاں؟ گفتم کہ دید

اقبالؔ کے نزدیک آدم اسرارِ دوست ہے۔ اُس کی جان رمزِ لا اِلٰہ ہے۔ اپس کا تن پیدا ہوا گردِ راہ سے اور اُس کا علم و ہُنر اُس گردِ راہ کی بیرونی حد یا پوست ہے۔ گو بدن کا ماحول سے علیٰحدہ وجود قائم رکھنے کے لیے کھال از بس ضروری ہے، لیکن بدن میں تو جان ہے جو عزّت، احترام، ادب اور توجہّ کے لائق عنصر ہے۔ ورنہ کھال تو ایک مٹّی کے تُودے کا روغن ہے۔ جان نکل جائے تو دو دن میں مگس و کرمک کی غذا بن جاتا ہے۔ اس کی کون عزّت کرے گا؟ آیئے علم و حکمت کے معاملے پر ذرا اس پہلو سے بھی غور کریں۔ اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے ذرا تفصیل میں جانا پڑے گا۔

ہم نے شروع میں دیکھا کہ تمام ذی حیات مخلوق کے علم کی ابتدا احساسات اور ادراکات سے ہوتی ہے۔ ہمارے پاس پانچ قسم کے حواس ہیں: دیکھنا، سننا، سونگھنا، چکھنا اور چھونا۔ اُن کے اثرات نسوں کے ذریعہ سے برقی رووں یا برقی باروں کی شکل میں منتقل ہو کر دماغ کے مختلف حصّوں میں پہنچتے ہیں، جہاں دو طرح کے بالکل مختلف نتیجے بر آمد ہوتے ہیں: ایک نتیجہ تو یہ ہوتا ہے کہ انسان اور حیوان سب میں کم و بیش دوسری نسیں متاثر ہونے لگتی ہیں، جن سے ذی حیات جسم بقائے حیات اور ترویج نسل کے کاموں میں لگ جاتا ہے۔ دوسرا کام مشکل ہے، اس میں عقلِ سلیم کی مدد سے مجرّد تصوّرات قائم کیے جاتے ہیں۔ اُن کے نام گھڑے جاتے ہیں اور نشانیاں مقّرر کی جاتی ہیں۔ ان ناموں اور نشانیوں کے ذریعہ سے تجربات اور واردات کو ابعادِ ثلاثہ (3-Dimension) اور ابعاد اربعہ (4-Dimension) کی لڑیوں میں پرو دیا جاتا ہے۔ الفاظ اور صرفی و نحوی ترکیبوں سے خیالات کو گرفت میں لانے اور واضح کرنے

کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہی علم ہے لیکن اس سارے عمل کا مدار مشاہدے اور خیال کی اجتماعی کوشش پر ہوتا ہے۔ جانوروں میں بھی اپنے نفع نقصان کی کچھ عقل اور سمجھ ہوتی ہے۔ کُتا، گھوڑا، ہاتھی، بندر وغیرہ اکثر بڑی سمجھ کی حرکتیں کرتے ہیں۔ یہی سمجھ انسان میں کچھ زیادہ وسعت اور گہرائی کے ساتھ برسرِ کار آتی ہے۔ اس کو عقلِ سلیم کہتے ہیں، چنانچہ ہمارے سارے علم و حکمت کی ابتداء عقلِ سلیم کی کارکردگی سے شروع ہوتی ہے۔ جانور بھی اکثر غلطی کر جاتے ہیں۔ انسان بھی عقلِ سلیم کی فراوانی کے باوجود دھوکا کھا جاتا ہے۔ علم و حکمت میں کھوٹ نکالنے کی ایک وجہ تو یہی غلطیوں کا امکان ہوتا ہے۔

منطق کا دعوایہ ہے کہ اگر عقلِ انسانی کا عمل مشاہدوں پر منطق کے اصولوں کے مطابق کیا جائے، تو غلطی کا امکان کم ہو جاتا ہے۔ منطق کے اصولوں کا مدار تین بہت ہی سیدھے سادھے بدیہات پر ہوتا ہے:

اوّل: جو چیز ہے وہ ہے۔

دوم: یہ ناممکن ہے کہ ایک چیز بہ یک وقت ہو بھی اور نہ بھی ہو۔

اور سوم: ایک چیز ایک وقت پر ہو گی یا پھر نہ ہو گی۔ یہ تین قوانین خیال کہلاتے ہیں۔ گو یہ تین باتیں ایک ہی حقیقت کو بیان کرنے کے تین انداز ہیں، لیکن ان تینوں میں ایک بنیادی تصّور کو بغیر بیان کیے ہوئے بلکہ بغیر احساس کیے ہوئے حقیقت مان لیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ جس عالم میں مشاہدات پر عقل عمل کر رہی ہے، اس میں عالم، عامل اور معلول سب کی جہاتِ آزادی تین ہیں، جو عقلِ سلیم کی گرفت میں

آسانی سے آجاتی ہیں۔ ان تین قوانینِ خیال کے مطابق اگر سہ ابعادی عالم میں سہ ابعادی انسان یا آلات سہ ابعادی واردات پر عقل کی کارپردازی میں مشغول ہوں، تو وہ تمام نتائج جو منطق سے حاصل کیے جائیں گے، صحیح ہوں گے۔ لیکن کیا یہ عالم اور انسان سہ ابعاری ہیں؟ یہ مسئلہ ذرا تشریح طلب ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ زمانۂ قدیم میں علم و حکمت کا تمام تر مدار عقلِ سلیم کی متفقہ دریافتوں پر جن کو بدیہات کہا جاتا تھا، ہوا کرتا تھا۔ بدیہات متفق علیہ قوانین اور اصول متعارفہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کو ماننے کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ ہر خیال اور ہر نئے نظریئے کو ان بدیہات پر قوانین خیال کے مطابق استنباطی منطق (Deductive Logic) سے جانچا جاتا تھا۔ نتائج کی صحت کا مدار تمام تر بدیہات کی صحت پر ہوتا تھا۔ اگر بدیہہ صحیح ہے، تو اس پر مبنی سارے نتائج بھی صحیح ہوں گے ورنہ غلط۔ مثلاً یونانی علم و حکمت میں یہ سارا عالم چار عناصر سے تعمیر شدہ مانا جاتا تھا، جب یہ ثابت ہو گیا کہ ان میں کا ایک عنصر نار تو مادّی نہیں ہے اور باقی تین عناصر ۹۲ عناصر کے مرکبّات یا آمیزے ہیں، تو ان پر مبنی تمام نتائج غلط ثابت ہو گئے۔ ایک اور مثال سے اس طریقے کی تنگ ظرفی اور واضح ہو جائے گی، سارے اقلیدسی علم ہندسہ کی بنیاد بارہ بدیہات پر تھی۔ ان میں ایک بدیہہ (Axioms) جو آپ سب کو معلوم ہو گا، یہ تھا کہ دو نقطوں کے درمیان سب سے چھوٹا فاصلہ ایک خطِ مستقیم ہوتا ہے۔ ایک اور بدیہہ یہ تھا کہ اگر ایک خطِ مستقیم سے باہر ایک نقطہ ہو تو اس نقطہ سے گزرتا ہوا صرف ایک خط پہلے خط مستقیم کے متوازی کھینچا جا سکتا ہے۔

پہلا بدیہہ تین ابعادی فضا اور دوسرا بدیہہ دو ابعادی سطح کے لیے بالکل درست تھے اور اب بھی درست ہیں۔ اور عقلِ سلیم کے معمولی تجربات کے لیے اب بھی استنباطی منطق میں ان کو کسوٹی کی طرح استعمال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن فضا اگر چار ابعادی یا چار جہات آزادی رکھنے والی ہو، تو اس میں دو نقطوں کے درمیان سب سے چھوٹا فاصلہ ایک ہزلوبی منحنی یا Hyperbolic Curve سے ہی ناپا جاسکتا ہے۔ اس میں خط مستقیم سے سمتیں اور فاصلے نہیں ناپے جاسکتے۔ اگر سطح کروی ہو، تو اس پر کوئی خط کسی دوسرے خط کے متوازی کھینچا ہی نہیں جاسکتا۔

تجرباتی علوم کی ترقی سے ۱۹۱۹ء میں نظریۂ اضافیت کی تصدیق ہو جانے پر یہ ثابت ہو گیا کہ ہمارا عالم سہ ابعادی نہیں بلکہ چار ابعادی ہے۔ جوہری طبیعات کے بعد کی ترقیوں نے یہ ثابت کر دیا کہ اس مادّی عالم میں نورِ پیدا کرنے کے لیے جوہر کے اندر برقالے یا Electron سیر مقناطیس کی پانچویں جہتِ آزادی کو بھی استعمال کرتے ہیں۔ حکیم آئنسٹائن کے عام نظریۂ جذب (Generalized Theory of Gravitation) کی وضاحت پر یہ معلوم ہوا کہ اس عالم کے مسلسلہ Continuum میں جس میں مادّہ سرگرم عمل ہے، لمبائی، چوڑائی، اونچائی اور وقت کی چار ابعاد یا جہات کے علاوہ چھے اور آزادیاں یا ابعاد بھی مضمر ہیں، جو دس آزاد عناصر پر مبنی مساواتوں سے ظاہر ہوتی ہیں۔ بہر حال اب اِن تمام ترقیوں کے بعد اُقلیدسی ہندسہ کی بدیہات انتہائی دل چسپ، خیال انگیز اور معمولی عقل سلیم کے لیے کار آمد، لیکن قصّۂ پارینہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتیں۔ وہ تمام علوم جو ان بدیہات اور اُن کے منطقی نتائج پر مبنی تھے، تاریخ علم

وحکمت میں ایک بہت مفید، بے حد دلچسپ اور انتہائی کار آمد، لیکن حقیقت کا بہت چھوٹے دائرے میں حصار کرنے والے باب سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔

اس عالم کی اور اس میں موجود ذی حیات اور ذی روح انسان کی جہاتِ آزادی پہلے تین سے چار پھر پانچ اور اب دس تک پہنچ جانے کے بعد علم کے حصول کے بہت سے وہ طریقے جو پہلے نا قابلِ فہم، نا قابلِ قبول اور نا قابلِ یقین سمجھے جاتے تھے، انسان کے علم و حکمت کے نزدیک بھی قابلِ قبول اور قابلِ فہم ہو گئے ہیں، لیکن وہ صلاحیتیں جن کو علم و حکمت کی ترقی نے اب قابلِ فہم بنا دیا ہے، انسان میں ہمیشہ سے موجود ہیں۔ پہلے جب علم و حکمت کا دائرہ صرف سہ ابعادی آلات، مشاہدات اور منطق سے محدود تھا، اعلیٰ جہاتِ آزادی کو استعمال کرنے والی ہستیاں تین جہاتِ آزادی سے اعلیٰ جہات کی آزادیوں سے حاصل کردہ تجربات کو مختلف ناموں سے پکارتی تھیں۔ مثلاً غالب کو کہنا پڑا:

ہر چند کہ ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو   بنتی نہیں ہے بادہ وساغر کہے بغیر

یا مولانا رومؒ ارشاد فرماتے ہیں:

زاد دانشمند آثارِ قلم   زادِ صوفی چیست، آثار قدم

ہمچو صیادے سوئے اشکار شد   گام آہو دید و بر آثار شد

چند گاہش گام آہو درخورست   بعد ازاں خود نافِ آہو رہبر است

راہ رفتن یک نفس بر بوئے ناف   خوشتر از صد منزل گام و طواف

آیئے شاعروں اور صوفیوں کی ان باتوں کو دانشمندوں کی زبان سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ ۱۹۱۹ء میں جب سورج گرہن کے مشاہدہ سے نظریۂ اضافیت کی تصدیق ہوگئی، تو اس عالم کے مسلسلہ اور مادّہ کو تین ابعادی کے بجائے چار ابعادی مان لیا گیا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اب اُن کی تعمیر میں لمبائی، چوڑائی اور اونچائی کے ساتھ چوتھی جہت وقت کی بھی شامل ہوگئی۔ اس نظریہ کے مطابق سر آرتھر ایڈنگٹن نے ایک معیاری کتاب(Space, Time and Gravitation) لکھی۔ اس کتاب کے مقدمے میں اس عالم کے چار ابعادی ہونے کے مضمرات کو واضح کرنے کے لیے اُنھوں نے فرمایا کہ اگر ایک شخص کو ایک کمرے کے اندر لمبائی، چوڑائی اور اونچائی کی تینوں ابعاد میں چار دیواروں، فرش اور چھت سے بند کر دیا جائے، تو بھی وقت کی چوتھی بُعد کھُلی رہے گی۔ اس کے ساتھ اندر بند انسان اگر اپنی وقت کی چوتھی بُعد کو استعمال کرنا جانتا ہو، تو وہ بند کمرے سے چوتھی بُعد یعنی وقت کے راستے سے باہر بھی آسکتا ہے اور اندر بھی جا سکتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اگر انسان کو وقت کے استعمال کا طریقہ آتا ہو، تو اُس کو اپنے تجربی علم کو وسیع کرنے میں مادی دیواریں، چھت اور فرش حائل نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح عام نظریۂ جذب میں جن دس جہاتِ آزادی کا ذکر ہوتا ہے، اس کے بعد تو علم کے اور بھی زیادہ راستے کھُل گئے ہیں۔

اس مقام پر پہنچ کر تاریخِ فلسفہ سے ایک اور بہت دل چسپ بحث سامنے آجاتی ہے۔ اکثر فلاسفۂ قدیم اور صوفیا کرام کا خیال یہ ہے کہ انسان میں حواسِ خمسہ ظاہری کے ساتھ حواسِ خمسہ باطنی بھی ہوتے ہیں۔ ابن سینا نے اس پر کافی بحث کی

ہے اور آخر کار وہ بھی اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ حیوانوں اور انسانوں میں اصل فرق یہ ہے کہ حواسِ خمسہ ظاہری ان دونوں میں ایک جیسے ہوتے ہیں، لیکن انسان میں اُن کے متوازی حواس خمسہ باطنی بھی ہوتے ہیں۔ اگر ہم اس بات کو موجودہ تحقیقوں کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں، تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ دماغ کے وہ مرکز جو حواس خمسہ ظاہری سے متاثر ہو کر دماغ میں ایسے برقی تغیّرات پیدا کرتے ہیں، جن کو ذہن دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے یا چُھونے کے مختلف احساسات سے تعبیر کرتا ہے، تو دماغ کے ان ہی پانچ حصّوں میں اعلیٰ جہات آزادی کو استعمال کر کے ویسے ہی کیمیائی تغیّرات امالی (Induced) برق کے ذریعہ سے پیدا کرنے کی صلاحیت ہے، جیسی طبعی واسطوں سے پیدا ہوتی تھی۔ تصوّف، (Mysticism) کا صرف یہ دعویٰ ہے کہ اُن کی خاص مشقوں سے حواسِ خمسہ باطنی میں اُن سب کو یا کسی ایک باطنی حِسّ کو ایسا حسّاس بنا دیا جاتا ہے کہ پھر مادّی رکاوٹیں اُس کی ذمّہ دار اعلیٰ جہاتِ آزادی کے استعمال میں حائل نہیں ہوتیں۔ اُن کا کہنا یہ ہے کہ جب بچّہ پیدا ہوتا ہے تو اُس کی ۵ ظاہری اور ۵ باطنی دسوں حسیّں موجود ہوتی ہیں۔ ظاہری حِسّوں کا استعمال آسان ہوتا ہے۔ بچہ اُن کو ہی استعمال کرنا شروع کر دیتا ہے اور رفتہ رفتہ اُس کی باطنی حسیّں بالکل شل اور ناکارہ ہو جاتی ہیں۔ اسلام کا دعوا یہ ہے کہ اگر اُس کے بنائے ہوئے طور، طریق، اعتقادات اور یقین پر پوری طرح عمل کیا جائے، تو انسان کے حواس خمسہ ظاہری اور باطنی دونوں پوری طرح ترقی پاتے ہیں۔ تصوّف میں بگڑی ہوئی عادتوں کو راہِ راست

پر لانے کی کوشش ہوتی ہے تاکہ انسان اپنی تمام صلاحیتوں کو پوری طرح استعمال کرنے کے قابل ہو جائے۔

زمانۂ قدیم میں علم کا مدار عقلِ سلیم کی دریافت کی ہوئی متفقّہ بدیہات اور استنباطی منطق پر ہوتا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ یہ طریقِ کار علم کی ترقی میں صرف اس حد تک مدد ومعاون ہوا، جہاں تک بدیہات صحیح تھیں یا جہاں تک عقل سلیم کی رسائی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ یونانیوں کے علمی عروج کے بعد ایک ہزار سال تک علوم کی ترقی تقریباً رُکی رہی۔ اس وقت دنیا کی تمام قومیں کارخانۂ قدرت میں متحارب خداؤں کے راج کی قائل تھیں۔ یا اُن کے ایمانوں کا مدار معجزات اور مذہبی کہانیوں (Mythology) پر تھا، جس میں وہ یہ مانتی تھیں کہ کارخانۂ قدرت میں کوئی اٹل قانون جاری نہیں ہے، بلکہ جو کچھ باقاعدگی نظر آتی ہے وہ بھی بار بار شکست ہوتی رہی ہے۔ خرقِ عادت ایک مسلّمہ اصول تھا، اس کے مطابق یہ ضروری نہیں کہ جو چیز اس وقت اور اس جگہ صحیح ہے، وہ ہر وقت اور ہر جگہ صحیح ہو۔ اس لیے باوجودے کہ اسلام کے ظہور سے پہلے منطق میں استقراء یا (Induction) کا اُصول دریافت کیا جا چکا تھا، لیکن کارخانۂ قدرت میں علم کی ترقی کے لیے نہ وہ جائز تھا اور نہ اس کو استعمال کیا جاتا تھا۔

قرآن کریم نے شروع ہی سے اس عالم کے پروردگار کی وحدانیت، اس عالم کی وحدانیت، اس عالم میں انسان کی وحدانیت اور انسان کے علم کی وحدانیت پر زور دینا شروع کر دیا۔ اُس نے سورۃ "الملک" میں تیسری اور چھوتھی آیات میں ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا: "تم آسمان اور زمین میں دیکھو۔ بار بار دیکھو اور غور کرو۔ تمہاری

نگاہیں تھک کر اور پس ماندہ ہو کر واپس آئیں گی اور تم کہیں رخنہ یا دراڑ دریافت نہ کر پاؤ گئے"۔

اگر علم و حکمت کی ترقی کی تاریخ کا اس نقطۂ نظر سے جائزہ لیا جائے، تو ظاہری بے قاعدگیوں کی باریک بینی سے جانچ اور پڑتال سے ہی علم و حکمت کی ساری باقاعدگیاں ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ گو رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارک کے ساتھ ہر قسم کے معجزات وابستہ تھے، لیکن جب کسی نے معجزہ طلب کیا تو قرآن کریم نے صاف لفظوں میں کہا: یہ جاہل اور بے وقوف ہیں۔ معجزہ تو صرف قرآن ہے۔ وہ علم و حکمت کا خزانہ ہے۔ اُس نے نہ صرف قدرت کی یکسانیت اور وحدانیت پر عقیدے کو ایمان کا جزو بنا دیا، بلکہ مشاہدات قدرت پر غور و فکر کرنا عقل مندی اور سمجھ داری کی تعلیم کو رسول مقبول ﷺ کی رسالت کا مشن قرار دے کر علم و حکمت کے میدان میں نئے راستے کھول دیے۔ رسول مقبول ﷺ نے حکم دیا کہ علم حاصل کرو خواہ اُس کے لیے تمہیں چین ہی جانا پڑے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تین سو سال کے اندر تمام دنیا کے اُس وقت تک کے معلوم شدہ علوم کو عربی میں منتقل کر لیا گیا۔ جابر بن حیّان، رازی، موسیٰ برادران، ابن مسکویہ، الکندی، ابن الہیثم، ابن رشد اور دوسرے علماء اور حکماء نے آٹھویں اور بارہویں صدی عیسوی کے درمیان مشاہدہ، تجربہ، استقراء کے طریقوں کو اپنا کر دنیائے علم میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ بیکن نے سولھویں صدی میں یورپ میں مشاہدہ اور تجربہ کے طریقے کو جاری کرنے کی بہت پُر اثر تلقین کی، لیکن مسلمانوں کا تجربی طریقہ جس میں استقراء بھی شامل تھا، آخر کار

وہاں بھی کام یاب رہا۔ یہاں اس طریقے کو طریقِ سائنسی کا نام دیا گیا اور سترھویں اور اٹھارہویں صدی سے اب تک اس کا ہی ڈنکا بج رہا ہے۔

علم و حکمت نے اس قرآنی طریق تحقیق کے ماتحت جو ترقی کی اُس نے نہ صرف انسان کا ذہنی اُفق لامحدود حد تک پھیلا دیا، بلکہ انسانی زندگی کے لیے وہ سہولتیں اور آسائشیں مہیّا کر دیں، جن کا سترھویں اٹھارہویں صدی تک خیال و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بیسویں صدی اپنے پیراہن میں لامحدود بے کرانیاں چھپائے ہوئے لائی۔ اس کی مناظری اور ریڈیائی دور بینوں نے اربوں نوری سال پر واقع کھربوں کہکشانی نظاموں سے مانوس کر دیا۔ دوسری طرف جوہر کے اندر چھپی ہوئی بے کراں مہین دنیا واشگاف ہو گئی۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس مادّی عالم میں آزادی کی ابعاد کا تعیّن بھی مادّی آلات سے ناممکن ہے۔ اب تک ہم محسوس سے نامحسوس معلوم کرتے تھے، لیکن اب جوہری طبیعات، حیاتی کیمیا اور ہیتی طبیعات وغیرہ میں اس مقام پر پہنچ گئے ہیں، جہاں کے بنیادی تعمیری عناصر کی ہیئت کذائی اور ترتیب کو محسوسات کے احاطے میں لانا تو درکنار، ہم اُن کے تخیلات کو بھی احاطۂ تعقّل میں نہیں لاسکتے۔ ایک ہی حقیقت کبھی ذرّہ معلوم ہوتی ہے، کبھی لہروں کا مجموعہ۔ نہ صرف اُن کا نمونہ بنانا ہمارے لیے ناممکن ہے، بلکہ اُن کا مکمل علم حاصل کرنا بھی ہمارے بس کی بات نہیں رہی۔ اب ہم جس قانونِ قدرت کو پورے یقین کے ساتھ جاننے لگے ہیں، وہ قانون لایقینی (The Principle of Uncertainty) ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ تجربی طریق تحقیق جس کی مدد سے ہم نے مادّی عالم میں یہ ساری کامیابیاں

اور کامرانیاں حاصل کی تھیں، اب وہ نفسیات اور دوسری عمرانی حکمتوں میں کامیاب ہوتا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔ نفسیات میں اب فرائڈ کا علامیاتی (Symbolism) کا نظریہ کامیاب ہورہا ہے۔ دوسری حکمتوں میں بھی (Symbolic Logic) یا علامیاتی منطق جو روایتی منطق سے مختلف ریاضیات کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے، کامیاب ہوتی جارہی ہے۔

مغربیوں کے ہاتھ میں پہنچ کر مسلمانوں کے تجربی اور استقرائی طریق کار نے اپنی کامیابی کو پوری طرح ثابت کر دیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ انسان نے وقت اور جذب کی دیواروں کو پھلانگ کر چاند اور خلا میں سفر شروع کر دیا۔ مادّے کو توانائی میں تبدیل کر کے توانائی کے اتھاہ ذخیروں کو انسان کی دست رَس میں پہنچا دیا، لیکن نتیجہ کیا ہوا؟ مغرب و مشرق، روس و امریکا، جاپان و انگلستان، جرمنی و فرانس سب ہی ملکوں میں بنی نوع انسان کے جمع کیے ہوئے علمی ذخائر کو نوجوانوں کو منتقل کرنے کے دوران میں شک و شبہ (Doubt) کو انتہائی ترقی دی جاتی ہے اور اُن کے ایسے جبلی تقاضوں کو کار آمد سمتوں پر موڑنے کی کوشش کی جاتی ہے، جن سے مادّی فوائد حاصل ہو سکیں۔ جیسے بھوک، ڈر، غصّہ یا جنسی میلان وغیرہ۔ اُن جبلّی تقاضوں کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے، جن سے انسان میں اخلاقی حِس، ہمدردی، محبّت اور مذہبی انداز خیال پیدا ہو کر پرورش پاتا ہے۔ طریقِ تعلیم کے اِس مخصوص یک طرفہ مادّی جھکاؤ کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اگر ایک طرف قدرت کی دولت کے اتھاہ ذخیرے انسان کے قبضے میں آ گئے ہیں، تو دوسری طرف اخلاقی اور روحانی اقدار کی اہمیت اُس

کی نگاہ میں بالکل کم ہو گئی ہے۔ ایک انسان کا دوسرے انسان پر، ایک قوم کا دوسری قوم پر بے یقینی اور شک و شبہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ صرف جوہری توانائی سے عام تباہی اور بربادی کا ڈر اور خوف ہی اُن کو دست و گریبان ہونے سے روکے ہوئے ہے، ورنہ عالم گیر جنگیں اور بربادیاں روز مرّہ کا معمول بن جائیں۔ مغرب میں جہاں علم و حکمت اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے مادی انقلاب برپا کر دیا ہے، وہیں معاشرے کی بے راہ روی اور جنسی کج روی کو بھی ترقی دی ہے۔ اس مادّی ترقی میں بنی نوع انسان کی تباہی کی بجلیاں بے چین نظر آرہی ہیں۔ اسی علم و حکمت کو اقبالؔ نے پوست اور محض کھال سے مثال دی ہے۔ اسی کے متعلق وہ فرماتے ہیں ؎

دانش مغربیاں، فلسفۂ مشرقیاں ہم بُت خانہ و در طوفِ بتاں چیزے نیست

یا پھر کہتے ہیں: ؎

شعلۂ افرنگیاں نم خوردہ است چشم شاں صاحب نظر دل مُردہ است

ایک اور جگہ کہتے ہیں:

شرق حق را دید وعالم را ندید غرب در عالم خزید واز حق رمید

ایسے علوم کو اُس کی افادیت کو پُوری طرح جانتے ہوئے بھی اُس کے انتہائی نفع بخش نتائج سے آگاہ ہونے کے باوجود اقبال کی طرح کوئی بھی قابلِ احترام نہ سمجھے گا۔ یہ نتیجہ ہے علم و حکمت کے غیر اسلامی طریقے پر حصول کا، نہ کہ علم و حکمت کی اپنی کسی کوتاہی کا۔ یہی وجہ ہے کہ قیامِ پاکستان سے اب تک یہ آواز بار بار اٹھتی رہی ہے کہ ہماری تعلیم کو اسلامی فلسفۂ حیات کے مطابق ہونا چاہیے۔ اب تک ہم اس

بنیادی سوال کے ظاہری پہلوؤں سے کھیلتے رہے ہیں۔ ہماری تعلیم گاہیں صرف اُس وقت سچّے مسلمان عالم و حکیم پیدا کر سکیں گی، جب ہمارے طریق تعلیم میں ایسی تدابیر شامل کی جائیں گی، جن سے بچوں کے ان جبلّی رجحانات کے ساتھ ساتھ، جن کو مشرق و مغرب کے طریقوں میں نفع بخش بنانے کی کوشش کی جاتی ہے، حرص وہوس، تعجّب و تحیّر اور ذاتی محاسبہ وغیرہ جیسے جبلّی رجحانات کو بھی نفع بخش راستوں پر ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔

جس علم و حکمت کے احترام کی تعلیم قرآنِ کریم نے ہمیں دی ہے، اُس میں علم و حکمت سکھانے کے ساتھ پاک کرنا بھی شامل اور عالم و حکیم کا باایمان ہونا بھی ضروری ہے۔ جس علم و حکمت کے بڑھنے کی دعا رسول مقبول ﷺ فرمایا کرتے تھے، جس علم و حکمت کا احترام نہ صرف ہم پر واجب ہے، بلکہ جس کی عظمت واحترام کی خاطر ہر ذی فہم کا سر خود جھک جاتا ہے، وہ وہ علم و حکمت ہے جس سے ہمیں علم اشیا پر پورا عبور حاصل ہوا اور جس کی مدد سے ہم نہ صرف چاند، سورج، زمین اور آسمان پر خدا کی نیابت کا حق پوری طرح بلکہ جس کے ذریعہ سے ہم اپنے آپ کو ایسے سانچے میں ڈھال سکیں، جس سے ہمارا ارتقا جنّت الماوٰی کی بلندیوں تک ممکن ہو سکے اور ہم خداوند قدوّس کے دیدار سے سرفراز ہو سکیں اور اُس کے محبوب بن کر اس کا علم حاصل کر سکیں، جو سارے علوم کا سرچشمہ ہے۔ اس کے لیے قرآن کریم کے مطابق ہمیں صرف آٹھ خصوصیات اپنی شخصیت میں پیدا کرنی ضروری ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) محسنین، (بقرہ۔ ۱۹۵)

(۲) توّابین اور متطہرین (بقرہ۔ ۲۲۲)

(۳) صابرین (آل عمران۔ ۱۴۶)،

(۴) متوکّلین (آل عمران۔ ۱۵۹)،

(۵) مقسطین (المائدہ۔ ۴۲)،

(۶) متّقین (توبہ۔ ۴)،

(۷) مطہرین (توبہ۔ ۱۰۸)،

(۸) اُن کی جو سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح اُس کی راہ میں لڑتے ہیں۔ (الصّف۔ ۴)۔

اگر ہمارا نظامِ تعلیم ان خصوصیات کو رکھنے والے عالم و حکیم پیدا کر سکے، تو نہ صرف جیتی دنیا اُن کے علم و حکمت کا احترام کرے گی، بلکہ رہتی تاریخ میں اُن کے نام سنہری حروف میں لکھے جائیں گے اور اُن کے علم و حکمت کا احترام دوامی ہو جائے گا۔

یہی وہ مقام ہے، جہاں اسلام کے علم و حکمت کے تصوّر میں اور مغرب و مشرق کے علم و حکمت کے تصّورات میں امتیاز ہے۔ مغرب کا علم و حکمت، فلسفہ و آرٹ، بلکہ ذہنی کوشش حواس ظاہری یا طبعی ادراکات میں رشتوں کی دریافت پر مرکوز رہتی ہے اور ان رشتوں سے مادّی فوائد حاصل کرنا ہی ساری کوشش کر مدّعا بنا رہتا ہے۔ اس کوشش میں قرآنی طریقِ کار یا مغربی اصطلاح میں موجودہ طریق سائنسی کے اختیار کرنے سے بڑی کامیابی ہوئی اور تمام ترقیوں اور اُن کے دُور رس

نتائج کے حصول نے ان تمام رُوحانی اقدار کو بالکل مفلوج کر دیا ہے، جن سے انسان کا متوقع ارتقا جاری رہ سکے۔ آج علم وحکمت کی کیفیت ایسی ہے، جیسے ایک قاتل کے ہاتھ میں تلوار، ایک ظالم کے ہاتھ میں بندوق یا ایک پاگل کے ہاتھ میں پتّھر ہو۔ ایک فسادی کے ہاتھ میں ایسے مہلک ہتھیار کا کون احترام کر سکتا ہے۔ اس سے خوف زدہ ہو سکتا ہے، لیکن اس کی عزّت نہیں کر سکتا۔

اس کے برخلاف قرآن کریم کا یہ دعوا ہے کہ مادّی شکل میں ذی حیات مخلوق کا نقطۂ عروج یقیناً انسان ہے، لیکن اگر وہ اپنے مادّی وجود میں اپنے جسم کے رُوحانی عناصر کو ٹھیک طرح تربیت دے لے، تو پھر ارتقا جاری رہ سکتا ہے۔ اس ارتقا کو جاری رکھنے کے لیے محض حواس خمسہ ظاہری سے حاصل کیا ہوا مادّی اشیا کا علم کافی نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے اُس علم اور اس پر عمل کی ضرورت ہوتی ہے، جو حواسِ خمسہ باطنی سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ وحی اس کی ہی ایک خاص صورت ہے، جس کا نزول صرف پیغمبروں پر ممکن ہوتا تھا، لیکن بہر حال وہ علم جو انھوں نے وحی کے ذریعہ سے حاصل کر کے ہم تک پہنچایا ہے، ایسا ہی نفع بخش اور حقیقی ہے بلکہ اس سے زیادہ جو حواس خمسہ ظاہری کی تگ و دو سے حاصل کیا جاتا ہے۔

راہ فتن یک نفس بر بوئے ناف　　خوش تر از صد منزلِ گام وطواف

اور اس کے حصول کے بعد ہی نہ صرف علم وحکمت کا بلکہ عالم وحکیم کا بھی احترام واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ ایک مذہبی عقیدہ ہے، جس کو مغربی سائنس داں جذباتی عقیدہ (Emotive Belief) کا نام دے کر گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں

خود سائنس کا طالب علم ہوں اور میں نے اس منزل میں بہت کام وطواف کیے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ ہمارے سارے دانش مندی اور Rationalism کے دعووں کے باوجود سائنس میں بھی تان آکر ایسے ہی عقیدوں پر ٹوٹتی ہے، جیسے مذہبی عقیدے مثلاً روائتی اثریاEther کیا تھا۔ ایک ناممکن الفہم عقیدے کا نام تھا۔ جوہر (Atom) الیکٹران(Electron) (W.minus) (Graviton) یہ بھی سب عقیدے ہی ہیں۔ لیکن سائنس داں ان کو عقلی عقیدے (Cognitive Belief) کا نام دے کر عقلی چبوترے پر کھڑا کر کے قابلِ تعظیم بنا دیتے ہیں۔ دلیل یہ ہوتی ہے کہ ہم سائنس کے ان عقلی عقیدوں سے کچھ منطقی نتیجے نکال کر اُن کی تجربی جانچ کر سکتے ہیں اور اس جانچ کے نتیجے میں وہ غلط یا صحیح ثابت کیے جاسکتے ہیں، لیکن ہر دو صورتوں میں علم بڑھتا اور پھیلتا چلا جاتا ہے، یہ بات مذہب کے جذباتی عقیدوں پر صادق نہیں آتی۔ ممکن ہے یہ اعتراض یہودیت، عیسائیت اور دوسرے مذاہب کے عقیدوں پر ٹھیک ہو، لیکن اسلام کے عقیدوں پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ اسلام نے انسانوں کو مذہبی آزادی دے کر حقوق العباد کو ایمان کا جزولاینفک بنا کر اور خدا کے وجود، زندگی کی نمود، جزا اور سزا اور حیات بعد ممات کی مادّی مثالیں بار بار پیش کر کے اور قوموں کی بد اعمالیوں کے تاریخی نتائج بیان کر کے اپنے تمام عقیدوں کو عقلی عقیدوں میں (Cognitive Beliefs) تبدیل کر دیا ہے اور شخصیت کی وہ خصوصیات جو میں نے خدا کا محبوب بننے کے بارے میں ابھی پیش کی تھیں، اُن کو عقل کے نقطۂ نظر سے، منطق کے نقطۂ نظر سے، تاریخ کے نقطۂ نظر سے، نفسیات کے نقطۂ نظر سے، کسی بھی نقطۂ

نظر سے جانچ لیجیے افراد اور قوموں کی ترقی کے لیے ازبس ضروری پائیں گے اور یہی قرآنی عقیدوں کا نچوڑ ہے۔

چنانچہ مسلمان علماء اور حکما کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ علم وہی کارآمد اور قابل احترام ہے، جسے انسان کے حواس خمسہ ظاہری اور حواس خمسہ باطنی دونوں کی مدد سے حاصل کیا گیا ہو۔ اس پر عمل کیا جائے تو علم وحکمت کے سارے فائدے انسان کے لیے منفعت بخش ہو سکتے ہیں۔ اگر صرف حواس خمسہ ظاہری سے حاصل کیے ہوئے علم پر انحصار کیا جائے، تو انسانی قافلے کی مثال ویسی ہی ہوگی جیسے پنڈت جی کے قافلے کی ہوئی تھی۔ جو بیچ دریا میں جا کر ڈوب گیا تھا اور وہ بار بار یہی کہہ کر روتے تھے کہ آخر جوں کا توں قافلہ ڈوبا کیوں۔ آج مغرب کی طاقت مادّی علوم پر منحصر ہے، لیکن سوائے عام تباہی کے ڈر اور خوف کے اُس کو لگام دینے والا کوئی نہیں۔ اس علم کو رکھنے والی شخصیتیں مادّی ذرائع کے اتھاہ ذخیروں کے سرور اور غرور میں مدہوش ہیں۔ ان کے حالت بھی اس وقت کچھ ویسی ہی ہے، جیسی آفرینش کے وقت معلّم الملکوت کی تھی۔ مغربی دانش وروں کی ایک نسل دو عظیم جنگیں لڑ چکی ہے۔ بنی نوع انسان صلح اور امن کے لیے پُکار رہی ہے، لیکن اس کی پہلی کوشش یعنی: لیگ آف نیشنز مغربی کے ہی دانش وروں کی ہوا و ہوس کا شکار ہوگئی۔ اب اقوام متحدہ علم وحکمت کے متولیّوں کی عظیم طاقتوں کے درمیان خود غرضیوں کا شکار بنی ہوئی ہے۔

آخر اس مشکل کا مداوا کیا ہے؟ اس کشت وخون اور جور وستم کی روک تھام وہی تحریکِ امن کر سکتی ہے، جس کی دعوت اب سے چودہ سو سال پہلے غارِ حرا سے

نکل کر ایک اُمّی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی شروع کی تھی، جس کی تعلیم نے علم اشیا کی بنیادوں کی نشان دہی کی تھی اور اُس کی تحقیق و ترقی کے نئے نئے راستے کھول دیے تھے۔ علم کے حصول اور استعمال میں عقل خالص اور اجتماعی اور معاشرتی عنصر دونوں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ آج مغرب میں علم و حکمت کے اسپ تازی کو لگام دینے والی اخلاقی اور مذہبی اقدار بالکل ختم ہو چکی ہیں۔ ان اقدار کو قابل عمل بنانے والے اور سمجھ میں آنے والے عقلی عقیدے صرف اسلام اور قرآن ہی پیش کرتے ہیں۔ علم و حکمت اور اُس کے حاملوں کی اس وقت ہی اصل عزّت و احترام حاصل ہو سکتا ہے جب اُس کو وحی کے ذریعہ سے متعیّن کی ہوئی شخصیت اُبھارنے کے لیے استعمال کیا جائے۔ اس کے فوائد کو صرف مادّ حدود کے اندر بند نہ کر دیا جائے، بلکہ جب اُس کو ذریعہ بنایا جائے انسان کے بدن اور روح کے ارتقا کا اور مقصدِ خداوندی کی تکمیل کا۔

وما توفیقی الّا باللہ۔

جناب محترم مولانا ڈاکٹر محمد فضل الرّحمٰن الانصاری القادری:

(صدر، ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز)

"احترامِ علم و حکمت" کے موضوع کے سلسلے میں ابتدائی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا علم و حکمت کا عدم احترام ممکن ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں ممکن ہے اور یہ کیفیت تاریخ انسانی میں قدیم زمانے سے موجود ہی ہے۔

اس المیے کی داستان یہ ہے کہ ایک جانب انسانوں کے تمام گروہ ہمیشہ سے کسی نہ کسی "نظامِ معتقدات" کے پابند رہے ہیں، اور دوسری جانب انسانی فطرت کا یہ تقاضا ہمیشہ موجود رہا ہے کہ علمی تحقیق و تفحص کے راستے سے حقائق کا صحیح تر ادراک کیا جائے۔ اس طرح ایمان (Faith) اور عقل (Reason) کے تصادم کا مسئلہ پیدا ہوا۔ اس مسئلے کی نوعیّت یہ ہے کہ "اہلِ ایمان" نے مجرداً علم کی نفی نہیں کی، مگر اُن کے نزدیک علم کی جائز حدود صرف اُن کے "نظامِ معتقدات" کے علم کے حصول تک تھیں۔ یہ معتقدات اُن کے لیے "حقائقِ معلومہ" تھے۔ "اہلِ ایمان" کا تصادم درر اصل "حقائق غیر معلومہ" کے سلسلے میں ظہور پذیر ہوا۔

اسی تصادم کے نتیجے میں سقراط کو زہر کا پیالہ پینا پڑا۔ اسی تصادم کے نتیجے میں مسیحی کلیسا نے علم اور اہلِ علم پر بے پناہ مظالم ڈھائے، لیکن جب اسلام کا انقلابی پیغام آیا، تو اُس نے صورتِ حال کو یکسر بدل دیا۔ قرآنِ حکیم نے یہ تعلیم پیش کی کہ "ایمان" اور "عقل" اساسی اور اصولی طور پر ہر گز ہر گز متصادم نہیں ہیں، بلکہ دونوں میں خوش گوار توافق قائم کرنا ہی انسانیت کی کامیابی کا ضامن ہو سکتا ہے۔ اس طرح "ایمان" اور "علم" جن کی اساس وجدانی شعور اور عقلی شعور ہے، دونوں واجب الاحترام ہیں۔ اس لیے کہ دونوں ایک دوسرے کے رفیق بن کر انسانی عظمت اور سربلندی کی بنیاد ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا یعنی رفع درجات تم میں سے اُن کے لیے ہے جو ایمان اور علم دونوں کے حامل اور

تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ (۵۸۔۱۱) دونوں کی ترقی کے لیے کوشاں ہیں۔

یہی نہیں بلکہ قرآن حکیم نے ابتدائے آفرینش ہی میں انسان کی فضیلت کو علم سے وابستہ کر دیا۔ ابو البشر سیّدنا آدم علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے علم کی عطا اور پھر اس بنیاد پر فرشتوں کو حکم کہ وہ آدم علیہ السلاؔم کی فضیلت کا اعتراف کریں، اس پر دلیل قاطع ہے۔

علم کی بنیاد پر نوع انسانی تمام انواعِ مخلوق کے مقابلے میں واجب الاحترام قرار پائی۔ اس طرح قرآن حکیم کی رُو سے علم بدرجۂ امتیاز واجب الاحترام قرار پایا۔ پھر قرآن حکیم کی تعلیمات کی روشنی میں ”علم“ کے حدود اربعہ کا اندازہ لگانا بھی ضروری ہے، جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا قرآن حکیم کے نزول سے قبل اہلِ ایمان مجرّداً علم کی نفی نہیں کرتے تھے، بلکہ اپنے نظامِ معتقدات سے متعلق علم کو واجب قرار دیتے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا قرآن حکیم نے جب ”علم“ کو واجب الاحترام قرار دیا، تو اس سے مراد محض ”دینی علم“ تھا؟ قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھنے والے اس سے پوری طرح واقف ہیں کہ یہ بات حقیقت سے بہت دُور ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم کائنات کے راز ہائے سربستہ کے علم کے حصول کو ملّتِ اسلامیہ کا مشن قرار دیتا ہے۔ اس پر دلیل وہ کثیر التعداد آیات ہیں، جن میں ”خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا“ کا ذکر ہے اور ان پر فکر کی دعوت ہے۔

یہی نہیں بلکہ خشیۃ اللہ کے حصول کی شرط علم کو قرار دیا گیا ہے اور وہ بھی اس علم کو جس کی اساس طبیعی علوم (Physical sciences) ہیں، فرمایا گیا:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔(۳۵۔۲۸)

خشیۃ اللہ کی صفت واجب الاحترام ہے۔ ایسے ہی وہ صفت یعنی: علم جو اس کے لیے اساس ہو بدرجۂ اولیٰ واجب الاحترام ہے۔

انسان کی شخصیت دو صفات سے متّصف ہے: تقلیدی اور تخلیقی۔ تقلیدی اعتبار سے وہ اطاعت وایمان کا اہل ہے۔ تخلیقی اعتبار سے وہ علم وحکمت کے میدان میں کاوش کی بے پناہ صلاحیت رکھتا ہے۔

قرآن حکیم نے جہاں انسان سے ایمان واطاعت کا مطالبہ کیا ہے، وہاں اس کو خلیفۃ اللہ کی حیثیت سے تصرّف فی الامور اور ''خالقیت'' کا مشن بھی دیا ہے۔ اس طرح اگر وہ اپنی ذات کے تخلیقی جوہر کو بروئے کار نہیں لاتا، تو وہ اپنے رب کی ناشکری کا اور اپنی ذات کی توہین کا مجرم بنتا ہے، اس تخلیقی جوہر کو بروئے کار لانا ہی علم وحکمت ہے۔

لفظ ''خالقیت'' پر دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بدیع بھی ہے اور خالق بھی۔ انسان صرف خالق بننے کا اہل ہے۔ تعددِ خالقین قرآن کریم سے ثابت ہے۔

ہم علم وحکمت کے الفاظ استعمال کر رہے ہیں۔ علم اور حکمت میں فرق یہ ہے کہ علم کثرت معلومات کا نام ہے اور حکمت اسی میدان میں دقّتِ نظر سے متعلق ہے۔ قرآن حکیم نے دونوں کو مقامِ احترام دیا ہے۔ علم کے سلسلے میں ہم مختصراً دیکھ چکے ہیں، حکمت کے متعلق ارشاد ہوا ہے:

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْراً۔۔۔(۲۔۲۶۹)

اسلام میں ''حکمت'' کے واجب الاحترام ہی نہیں، بلکہ عظیم مقام کی حامل ہونے کی واضح دلیل یہ بھی ہے کہ تعلیمِ حکمت کو سید الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر منصب میں شامل فرمایا گیا ہے، ''وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ''۔

آج سب سے زیادہ قابلِ غور یہ حقیقت ہے کہ علم وحکمت کے میدان سے مُسلم دنیا کنارہ کش ہو گئی اور اہلِ یورپ اس میں داخل ہو کر منزلیں طے کرتے چلے گئے۔ نتیجہ آج سیاسی تفوق ہی نہیں، بلکہ عملی زندگی میں ہر اعتبار سے تفوّق اُن کو حاصل ہے اور ہمارا ایمانی تفوق لالۂ صحرا ہے۔ ہماری نوخیز نسلوں کی نظر میں اغیار محترم اور مسلمان ذلیل شمار ہوتے ہیں۔ کیا علم وحکمت کے واجب الاحترام ہونے کا اس سے زیادہ قطعی ثبوت درکار ہے؟

(مقالاتِ شامِ ہمدرد، ۱۹۷۲ء موضوع: احترام، مرتبہ حکیم محمد سعید، ناشر: ہمدرد اکیڈمی، ص۳۸۳ تا۴۱۱)

Fazlur Rahman Ansari dies

By: Our Staff Reporter

Dr. Maulana Fazlur Rahman Ansari, 60, Founder-President of the World Federation of Islamic Missions, died of heart attack here yesterday morning.

Till recently he was under treatment at the Institute of Cardiovascular Diseases and had returned home only last Thursday. He suffered another severe heart attack at 10:15 yesterday morning, which proved fatal.

Dr. Ansari as a noted authority on Islam and auther of several books including "Quranic Foundation ans Structure of Muslim Society", "Islam and Chiristianity in the Modern World" and "What is Faith". He studied at the Aligarh Muslim University and obtained a Doctorate in Philosophy from the Karachi University.

He leaves behind a widow, four daughters and a son. He was laid to rest last night in the premises of the Islamic Centre which he had founded in North Nazimabad. His Namaze Janaza was attended by eminent Ulema, students and admirers in larg numbers.

Dr. Fazlur Rahman Ansari wasknown for his prominent role in Muslim missionary activities both in the country as well as abroad. His Organisation runs over 40 Islamic Missions all over the world.

He taught comparative religions and Islamiat for several years at the Karachi University[۳۱].

---

[۳۱] Daily Dawn, Karachi, 12 Jamadi ul Awwal, 1394, Tuesday, June 4, 1974, Vol. XXXIII, No. 148, Page 01.

Governer condoles death of Maulana Ansari

Begum Ra'ana Liaquat Ali Khan, Governor Sind, yesterday condoled the death of Dr. Maulana Fazlur Rahman Ansari, President of the World Federation of Islamic Missions.

In a condolenee message to his family, she said the death of Dr. Ansari was a great loss to Pakistan and to the whole Muslim world. As a noted teacher, scholar and authority on Islam his books received wide acclaim, she added.

She also prayed for the conrage to the bereaved family, to bear the loss and A1lah's blessings for the departed soul[۳۲].

A Missionary of Islam

The death in Karachi of Dr. Maulana Fazlur Rahman Ansari, at 60 will be mourned in the entire Muslim world as the passing of a missionary-scholar of remarkable persuasion and depth. As the Founder-President of the World Federation of Islamic Missions, peratinf over 40 centres in various countries, he was an able bearer of the tradition which Mualana Abdul Aleem Siddiqui had established in the preoagation of Islam. He was well versed not only in Islam but also in modern social sciences, with a Ph.D. in philosophy. He was thus able to perform the essential task of restating Islam for the modern man better than many other religious scholars. Known as an exponent of Dynamic Orthodoxy as compared to Conservatism and Modernism, he was an auther of several books. The high point of his scholarship was the two-volume "The Qur'anic Foundations and Structure of Muslim Society" in English, which was launched only six months age. It was widely acclaimes as a valuable contribution on

---

۳۲ Daily Dawn, Karachi, 13 Jamadi ul Awwal, 1394, Wednesday, June 5, 1974, Vol. XXXIII, No. 149, Page 01.

Islam in terms of the application of the Quranic principles to the problems of our age. There are not many scholars like him ans his death leaves a void, specially because the need to explore Islam's relevance to contemporary thought is becoming more acute with the upsurge of Islam[۳۳].

SOYEM AND QUR'AN KHWANI

Soyem and Qur'an Khwani of Dr. Maulana Muhammad Fazlur Rahman Al-Ansari Al-Qaderi, President World Federation of Islamic Missions will be held at Islamic Centre Mosque B-Block, North Nazimabad, Karachi between 5:00 P.M. and 7:00 P.M. on Wednesday, 5th of June, 1974.

For Ladies Qur'an Khwani will be held at his family residence at Islamic Centre at the same time[۳۴].

---

۳۳ Daily Dawn, Karachi, 13 Jamadi ul Awwal, 1394, Wednesday, June 5, 1974, Vol. XXXIII, No. 149, Page 05.

۳۴ Daily Dawn, Karachi, 13 Jamadi ul Awwal, 1394, Wednesday, June 5, 1974, Vol. XXXIII, No. 149, Page 06.

THE SUN
KARACHI, Wednesday, June 5, 1974 — Jamadi-ul-Awwal 13, 1394 A.H. *Price 35 P (By Air 40 P)

Dr. Ansari Dies

Dr. Mohammad Maulana Fazlur Rahman Ansari, founder-president World Federation of Islamic Missions Karachi expired here yesterday morning, due to heart failure.

He was 60 years and leaves behind a widow, four daughters and one son.

Namaz-e-Janaza was held at the Islamic Centre, North Nazimabad. APPK[۳۵].

---

۳۵ Daily The Sun, Karachi, Tuesday June 4, 1974--Jamadi ul Awwal 12, 1394 A.H, Page 01.

ایک عظیم روحانی شخصیت سے ملاقات

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مجددی حفظہ اللہ نے علامہ حافظ محمد عمر صاحب (فاضل جامعہ علیمیہ) کو ایک تحریر عنایت کی، جس کا مضمون کچھ یوں ہے:

"میں حضرت قبلہ پیر نور آغا جان مجددی نقشبندی کی ہمراہی میں غالباً ۱۹۶۰ء یا ۱۹۶۳ء میں شہر کراچی میں محفلِ مبارک میں شرکت کے لیے گیا، یہ محفل ایک ہال میں رکھی گئی تھی۔ میری یادداشت کے مطابق وہاں ایک جمِ غفیر تھا۔ حاضرین کے لیے کرسیوں پر بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس محفل میں مختلف ممالک کے کئی افراد تھے، جو مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے معلوم ہوتے تھے۔ ہمارے قُرب وجوار میں اکثر سیاہ پوش لوگ تھے، ان کے علاوہ پاکستانی لباس پہنے ہوئے لوگوں کے ساتھ ساتھ انگریزی لباس میں ملبوس لوگ بھی تھے۔

میں نے دیکھا کہ ان لوگوں سے ایک باوقار عالمِ دین انگریزی زبان میں خطاب کر رہے ہیں۔ موصوف مقرر نے سر پر براؤن رنگ کا عمامہ اور اسی رنگ کی چادر گردن میں ڈالی ہوئی تھی، جبکہ عربی پیراہن زیبِ تن کیا ہوا تھا۔ نورانی چہرہ، باوقار شخصیت اور متوسط قد وقامت، اُس وقت موصوف مقرر کی ریش مبارک سیاہ تھی اور آپ چشمہ لگائے ہوئے تھے۔ راقم اگرچہ اُس وقت انگریزی زبان نہیں سمجھتا تھا، تاہم سننے والوں کو دیکھا کہ خاموشی کے ساتھ نہایت انہماک اور توجہ سے مقرر کی بات کو سُن رہے ہیں۔

غالباً حضرت قبلہ نور آغا جان صاحب مجددی ، جو کہ خود ایک روحانی شخصیت اور عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم روحانی خاندان سے وابستہ تھے، وہاں محفل میں بغیر کسی پروٹوکول کے موجود تھے، حضرت قبلہ آغا صاحب کی مقرر سے تبلیغِ دین کی وجہ سے دوستی تھی۔ میرے استفسار پر میرے بڑے بھائی نے مجھے بتایا کہ ان مقرر صاحب کا نام مولانا فضل الرحمن انصاری ہے۔ مولانا انصاری نہایت خوبصورت انداز میں ایک تسلسل سے تقریر کر رہے تھے، نہ آواز بہت زیادہ اونچی تھی اور نہ ہی نیچی، بلکہ موزوں لہجہ میں خطاب کے رہے تھے، اس کے علاوہ ہاتھ میں عصا بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی اور قبلہ نور آغا جان مجددی صاحب کی خدمات کو قبول فرمائے، اللھم اغفر لھما وارحمھما وادخلنا الجنۃ۔

میں نے ان میں ایک یہ اچھی چیز دیکھی کہ وہ اپنے کے ساتھ آج کل کے علماء کی طرح زیادہ القاب لگانا پسند نہیں کرتے تھے۔

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اور علمِ تصوف

مفتی محمد ذہیب سمول

مولانا محمد ذہیب سمول حفظہ اللہ جامعہ علیمیہ کے قابلِ فخر تلامذہ سے ہیں، یہ ایک مستند عالمِ دین، مفتی، مقرر اور بہترین قلم کار ہونے کے ساتھ ساتھ طبیب (حکیم) بھی ہیں، آج کل اپنی مادرِ علمی میں درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ مولانا نے یہ مقالہ زمانۂ طالب علمی میں لکھا تھا، جس پر انہیں زبر دست خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ اب اسے ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ علیمیؔ

مقدمہ

الحمد للہ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ میں بہت اہم اور درخشاں ومنیر باب یہ ہے کہ جب کسی قوم کا ستارۂ اقبال چمکنے والا ہوتا ہے، تو اس قوم کے لوگ عیش وعشرت سے متنفر ہو کر اور آرام طلبی سے بے زار ہو کر، علوم فنون کی تحصیل میں انتہائی جدوجہد، سخت کوشش، محنت شاقہ اور ریاضت وعبادت کے عادی بن کر باہم عروج و ترقی کی ایسی بلند منازل پر پہنچتے ہیں کہ دوسری اقوام کی نگاہوں میں باعث رشک بن جاتے ہیں۔

اور جب کسی قوم کے سر پر ذلت ونکہت کا عفریت سوار ہونے والا ہوتا ہے، تو اس قوم کے لوگ عیش پسند، آرام طلب، سست وکاہل بن کر اور روحانیت سے بے زار ہو کر قعرِ مذلت میں جا گرتے ہیں اس کے بعد اس قوم کی ترقی وعروج کی داستان بھی نابود ہو جاتی ہے۔

مسلمانوں نے اپنے ابتدائی ادوار میں ترقی وعروج کی بلند منازل طے کیں اور پوری دنیا پر سکہ جما کر کئی صدیاں حکمرانی کی، مگر جب مسلمان دولت پسند اور ظاہری جاہ وحشم کے شیدائی بن گئے اور بقول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان میں "وہن کی بیماری" پیدا ہوگئی، تو دنیا کی نظروں میں ذلیل ترین قوم بن گئے۔

مسلمانوں کی تنزلی اور انحطاط کا ایک بڑا سبب روحانیت وتصوف سے دوری بھی تھا۔ تزکیۂ قلب نہ رہا اور "الاحسان" کا پاس بھی نہ رہا، تو مسلمانوں میں حبِ دنیا اور کراہتِ موت کی بیماری پیدا ہوگئی اور مسلمانوں کی تنزلی فزوں تر ہوتی چلی گئی۔

حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کا نقشہ کھینچتے ہوئے تصوف کے متعلق اپنی معرکۃ الآراء کتاب "کشف المحجوب" میں لکھتے ہیں:

ترجمہ: "خدد عزوجل نے ہمیں ایسے دور میں پیدا کیا ہے، جس میں لوگ ہوا وہوس کو شریعت کہتے ہیں۔ طلب جاہ، طلب حکومت اور تکبر کو عزت اور علم جانتے ہیں۔ خلقِ خدا سے ریاکاری کو خوفِ خدا گردانتے ہیں اور کینہ کو دل میں چھپاکر رکھنے کو حلم وبردباری، لڑائی کرنے کو مناظرہ، جنگ اور حماقت کو عظمت، منافقت کو زہد، ہوس کو سلوک اور ہذیان طبع کو معرفت، دل کی دھڑکن اور نفس کی تاویلات کو حجت، الحاد وفقر، جحود وانکار کو تزکیہ، زندقہ وبے دینی کو فنا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت چھوڑ دینے کو طریقت اور زمانے میں آفت پھیلانے کو معاملت سمجھتے ہیں۔

یہاں تک کہ اربابِ حقیقت مغلوب ہو کر رہ گئے اور وہ ہر طرف چھا گئے جس طرح پہلے دور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت پر آل مروان غلبہ پا گئے تھے۔ کیا خوب کہا ہے اس ارباب حقائق کے بادشاہ اور تحقیق ودقائق کے سردار ابو بکر واسطی نے: ''ہماری آزمائش ایسے زمانے میں ہے جس میں نہ آدابِ اسلام ہیں نہ اخلاقِ جاہلیت اور نہ ارباب مروت کے احکام''۔(کشف المحجوب، (مترجم) ص ۶۴)

جب کئی صدیوں اور قرون پہلے یہ حالت تھی، تو آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ''خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم'' کے مطابق حالت زار واضح وعیاں ہے۔

آج معاشرے کی گراوٹ وپستی کی بڑی وجہ روحانیت وتصوف سے دوری اور مادیت سے الفت ومحبت بھی ہے۔ جب کہ خصوصاً معماران قوم یعنی: طلبہ کے اخلاقی تنزل وانحطاط کا سبب بھی تصوف وروحانیت سے دوری ہے۔ آج طلبہ کو نہ سوچ ''الاحسان'' دی جاتی نہ ''یزکیھم'' کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔ جس کے باعث معماران قوم بڑی تیزی سے ہاتھ سے نکلتے چلے جارہے ہیں۔(اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ)

ضرورت اس امر کی ہے کہ اخلاق حسنہ کے اس ''پت جھڑ'' میں بہار لائی جائے اور صوفیا کی تعلیمات کو صدا بہ صحرا سمجھنے کے بجائے دلوں کی آواز سمجھا جائے اور ان پر عمل کیا جائے تو معاشرے کی بہتری اور درستگی کا سامان پیدا ہو سکتا ہے۔

آج اخلاقی طور پر دنیا تپتے ریگستان اور خشک سالی و قحط میں مبتلا ہو چکی ہے۔ اس دور میں خاص کر مولانا حافظ محمد فضل الرحمن انصاری القادری اور ان کے شیخ مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہا کی تعلیمات تصوف کو عام کرنا تپتے ریگستان میں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے، بے آب و گیاہ صحرا میں امید چشمہ پانی اور خشک سالی میں موسلا دھار بارش کی مانند ہو گا۔

علاوہ ازیں خاص طور پر جامعہ علیمیہ کے طلبہ کو تصوف وروحانیت سے قریب تر کر دیا جائے، تاکہ ان کی تطہیر قلب فزوں ہوتی چلی جائے۔ اس کے لیے مولانا انصاری کی بتائی ہوئی تعلیمات اور آپ کے تفویض کردہ وظائف بھی تیر بہدف ثابت ہوں گے۔اس کے سوا ہفتہ واری روحانی اجتماع کا انعقاد کیا جائے اور خاص کر سالانہ ان محافل کا انعقاد کیا جائے، جو مولانا انصاری نے شجرۂ طیبہ میں ذکر کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مولانا انصاری کی تعلیمات تصوف کو اپنانے ان پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے اور ان کی لحد مبارک پر شبنم افشانی کرے آمین!

الحمد للّٰہ الحنان المنان والصلوٰۃ والسلام علی حبیب الرحمن وعلی آلہ واصحابہ مبشرین بالجنان علی العلامۃ والصوفی سیدنا فضل الرحمن وعلی ابیہ سیدنا عبد العلیم الصدیقی الذی یقال لہ سفیر الصین وجابان وعلی جدہ المجدد الامام احمد رضا خان وعلی استاذہ فی علوم شتی وفی التصوف السید الشریف سلیمان۔

امابعد:

قال الرحمن فی القرآن: ﴿اَلرَّحْمٰنُ ۝١ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝٢ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝٣ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝٤﴾۔[الرحمن ۵۵: (۱۔۴)]

وقال حبیب الرحمن ﷺ: (ان تعبد الله كانك تراه وان لم تكن تراه فانه یراك) اذا سئل عن "الاحسان"۔

وقال الدکتور اقبال فی شأن اولیاء الرحمن ولا شک فی أنه شاعر فصیح اللسان

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

(کلیات اقبال: ضرب کلیم، ص ۹۱۳)

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ الفاظ کے پیرہن میں:

اس کارزار حیات میں کچھ شخصیات ایسی بھی ہوتی ہیں، جو اپنے روشن اور درخشندہ کارناموں کی بہ دولت منوں مٹی تلے دفن ہو جانے کے بعد بھی زندہ وجاوید رہتی ہیں۔ یہ مبارک ومنور ہستیاں اپنی زندگی وحیات میں محنت شاقہ، لگن، اخلاص، حسن اخلاق اور جہد مسلسل سے علم وآگہی کی ایسی قندیلیں روشن کر جاتی ہیں، جو آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ اور مینارۂ نور ثابت ہوتی ہیں۔

ایسے لوگ اور ایسی ہستیاں چشم عالم سے اوجھل وپوشیدہ ضرور ہو جاتی ہیں، مگر قرطاس عالم اور اوراق تاریخ پر ایسے ان مٹ نقوش ونشان ثبت کر جاتی ہیں جن سے لوگ رہتی دنیا تک مستفید ومستفیض اور مستنیر ہوتے رہتے ہیں۔

ایسی ہی باعظمت و باوقار اور باوفا و باصفا شخصیات میں ایک درخشاں و تاباں آفتاب جہاں تاب "فضل الرحمن انصاری" بھی تھا۔ جو حقیقت میں "فضل رحمن" تھا۔ وہ آسمان دنیا پر چمکا تو چمکتا ہی چلا گیا۔ جس کے نور وضیا کی تابانیوں اور ضو فشانیوں سے سارا عالم جگمگا رہا ہے۔ اس آفتاب عالم تاب کی نور کی کرنیں کبھی مشرق کو روشن کرتی ہیں تو کبھی کو منور، کبھی شمال میں نورافشانی کر رہی ہوتی ہیں تو کبھی جنوب میں ضیاپاشیاں کر رہی ہوتی ہیں۔

غرض چہار دانگ عالم میں اس کی عظمتوں اور رفعتوں کا شہرہ وچرچا زبان زد خاص اور کہیں زبان زد خاص و عام ہیں۔ اور گذرتے وقت کے ساتھ ساتھ اس کے فیض کی درخشانیاں و تابانیاں برابر بڑھتی چلی جارہی ہیں۔

یہ فضل الرحمن جبہ و دستار، عمامہ وقبا، چہرے مہرے اور اپنے حلیے سے قدامت پرست اور رجعت پسدن "مولوی" لگتا ہے۔ مگر جب اپنے اندر پوشیدہ وپنہاں علوم و معارف کی گرہیں کھولتا ہے اور قرآن وسنت کی تعبیرات و تشریحات بیان کرتے ہوئے انہیں بے نقاب و بے حجاب کرتا ہے تو ایک کہنہ مشق اور راسخ فی العلم "علامہ" دکھائی دیتا ہے۔

فضل الرحمن جب عصری علوم کی پرتیں ہٹاتا جاتا ہے تو ماہرین علوم عصریہ کی انگلیاں ان کے دانتوں تلے نظر آتی ہیں۔ جب فلسفیانہ انداز اپناتا ہے تو رازی و غزالی کا بلاواسطہ شاگرد محسوس ہوتا ہے۔ فلسفہ میں ایسے بلند مقام پر فائز ہے کہ بڑے بڑے کائیاں فلسفیوں کی ٹوپیاں نیچے گر جاتی ہیں۔ تبلیغ اسلام کی بات آتی ہے تو خواجہ

معین الدین اجمیری کی نیابت کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ جب بات آتی ہے تصوف کی تو کرخ کا معروف، بغداد کا جنید اور بسطام کے بایزید کا عکس و پرتو معلوم ہوتا ہے۔ مگر تصوف کی سنگلاخ وادی میں اس کا ورود سعود نہایت دلچسپ و عجیب انداز میں ہوتا ہے۔

تصوف کی طرف مولانا انصاری کے رجحان کا دلچسپ سفر:

مولانا ڈاکٹر انصاری نے نوعمری میں قرآن مجید حفظ کیا، اس کے بعد درس نظامی پر عبور حاصل کرنے کے بعد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ایک عرصہ تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس دوران ان کا قلب و ذہن ایک عجیب کیفیت سے دوچار ہو گیا، محمد محمود حسین صدیقی سے اس بارے میں ڈاکٹر انصاری نے یوں کہا تھا:

"جامعہ علی گڑھ سے سائنس میں فیکلٹی سے انٹر پاس کرنے کے بعد اسلامی عقائد کے بارے میں عجیب و غریب شکوک و شبہات دل میں پیدا ہونے لگے تھے بلکہ ایک وقت تو دماغ انکار پر مائل ہو گیا تھا"۔ (تذکرہ اکابر اہلسنت، ص۳۷۹)

آپ کی مائل بہ انکار ہونے کی وجہ و سبب:

جب آپ کی یہ حالت ہوئی اس وقت مولانا انصاری جوان تھے اور آپ کے دل و دماغ پر فلسفہ کا غلبہ تھا، لہٰذا آپ کو اس کیفیت سے گذرنا پڑا۔ امام غزالی اپنی گراں مایہ تصنیف "المنقذ من الضلال" میں علم فلسفہ کو چھ علوم میں تقسیم فرماتے ہیں:

(۱) ریاضی (۲) منطق (۳) طبیعیات (۴) الٰہیات

(۵) سیاست (۶) علم اخلاق۔ (المنقذ من الضلال: مترجم ص۶۷)

اس تقسیم کے بعد لکھتے ہیں:

"ان علوم کا مطالعہ کرنے والا ان کے نکات ولطائف ظاہرہ پر متعجب وحیرت زدہ ہو کر علم فلسفہ کا معتقد وگرویدہ ہو جاتا ہے اور اس سے حسن عقیدت پیدا کر لیتا ہے۔ اور اس کا لازمی نتیجہ اس کے حق میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے دل میں گمان فاسد راسخ ہو جاتا ہے کہ فلسفہ اور اس کی جملہ اقسام اپنے دلائل وبراہین میں ایسے ہی ظاہر اور قابل وثوق ہیں جیسے علم ریاضی۔ پھر بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ اس کے بعد اس کے کان میں ان فلسفیوں کے وہ کفریات اور لغویات گونجنے لگتے ہیں جو اگرچہ شریعت مطہرہ کے خلاف ہیں لیکن لوگوں کی نوک زبان پر رہتے ہیں اور اب یہ شخص (یعنی فلسفہ ومنطق وغیرہ میں منہمک ومستغرق ہو جانے والا) ان فلاسفہ کی کورانہ پس روی کے باعث اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور اس کے دل ودماغ میں یہ خیال بیٹھ جاتا ہے کہ اگر دین وشریعت کے احکام حق وثابت ہوتے تو ان لوگوں پر کیا پوشیدہ رہتا۔ کہ ان کی نظریں دقیق اور نکتہ شناس تھیں۔ بلکہ جب وہ یہ سنتا ہے کہ ان لوگوں نے دین وملت پر واقفیت رکھتے ہوئے اسے ٹھکرایا اور انکار کے قابل ٹھہرایا ہے تو یہ احمق اس گمان فاسد میں پھنس جاتا ہے کہ دین وملت کا انکار ہی حق وصحیح ہے۔ العیاذ باللہ۔ (المنقذ من الضلال: مترجم ص ٦٧، ٦٨)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اسی اقتباس کے مصداق مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی حالت بھی اسلام سے انکار پر مائل ہونے لگی تھی۔

اس کی ایک دوسری وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس وقت تک ان کے کوئی شیخ و مرشد نہیں تھے جو انھیں راہِ حق و باطل میں فرق و امتیاز کر کے دکھاتے۔ اور انسان کے اس اکیلے پن پر شیطان کا وار بعض اوقات ایسا کاری ہوتا ہے کہ اسے دائرہ اسلام ہی سے خارج کر دیتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لطیف "منہاج العابدین" میں اسی مناسبت سے دو احادیث ذکر کی ہیں جن کا تذکرہ یہاں بر محل ہوگا:

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان الشیطان ذئب الانسان یأکل الشاذة والناحیة والقاصیة والفاذة۔

ترجمہ: بلاشبہ شیطان انسان کے حق میں بھیڑیئے کی مانند ہے، جو ریوڑ سے جدا ہونے والی، آگے نکل جانے والی، دور چلی جانے والی یا اکیلی رہ جانے والی بکری کو اٹھا کر لے جاتا ہے۔ (منہاج العابدین، مترجم، ص۶۷، مشکوٰۃ ص۳۱)

اسی طرح آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الشیطان مع الفذ و هو مع الاثنین ابعد۔

ترجمہ: بے شک شیطان تنہا آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور جب وہ دو ہو جائیں تو ان کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔ (منہاج العابدین، مترجم، ص۶۷)

من لا شيخ له فشيخه الشيطان

ترجمہ: جس کا کوئی شیخ و مرشد نہیں اس کا مرشد ور ہنما شیطان ہے۔

(الرسالۃ القشیریۃ، مترجم، باب وصیۃ للمریدین، ص ۶۹۲)

چو پیرت نیست پیر تست ابلیس

کہ راہ دین زدست از مکر و تلبیس

قسمت نے یاوری کی:

قسمت اس معاملے میں مولانا انصاری پر اس قدر مہربان ہوئی کہ اب مورخین آکے حالات میں ”شومیِ قسمت“ کے بجائے ”خوش قسمتی“ کا لفظ لکھتے ہیں۔ وہ یوں کہ ابھی آپ کا دل انکار پر مائل ہو اہی تھا۔ آپ نے انکار نہیں کیا تھا۔ محض تذبذب اور پریشانی کے عالم میں تھے کہ خوش قسمتی سے ملاقات عالم اسلام کے عظیم ترین مبلغ ،سیاح عالم، صوفی باصفا اور مرشد باوفا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ ان کی نگاہ کیمیا اثر نے دل ودماغ کی کایاپلٹ کر رکھ دی اور فکر و نظر کا دھارا صحیح سمت میں موڑ دیا۔ جو دل انکار اسلام پر مائل ہو اچاہتا تھا اسے دین فطرت کی محبت اور عظمت مصطفی کا گہوارہ بنادیا اور یوں آپ فارسی کے اس مقولہ کے مستحق ٹھہرے کہ

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری

شاہ صاحب سے آپ کی ملاقات

شاہ محمد عبد العلیم صدیقی نوراللہ مرقدہ سے آپ کی ملاقات ۱۹۳۲ء میں ہوئی اور اس کا احوال کچھ یوں ہے کہ ایک مرتبہ آپ کالج سے گھر آرہے تھے کہ راستے میں ایک بزرگ کو دیکھا جو مخدوم صاحب کی مسجد سے باہر آرہے تھے اور ان کے ساتھ لوگوں کا ہجوم تھا جو ان کی عزت و تعظیم اور دست بوسی کررہے تھے۔ آپ نے اپنے دوست سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہیں جن کی لوگ اس قدر توقیر و تکریم کررہے ہیں۔ دوست نے بتایا کہ یہ عالم دین اور مبلغ مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی ہیں، کچھ عرصہ بعد آپ کا تعارف شاہ عبد العلیم صدیقی سے ہوا۔ شاہ صاحب نے دوران طالب علمی ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات کے جوابات دل موہ لینے والے انداز میں دیئے اور اس کے بعد آپ دونوں کا تعلق گہرا ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ آپ شاہ عبد العلیم صدیقی کے دراقدس پر باقاعدگی سے حاضری دینے لگے۔ (ماہنامہ، منارٹ، جولائی، ۱۹۷۴ء، ص ۲۴)

مولانا عمران نذر حسین کے تاثرات:

مولانا عمران نذر حسین مدظلہ مولانا انصاری کے براہ راست تلمیذ رشید اور جامعہ علیمیہ اسلامیہ کے سابق پرنسپل رہ چکے ہیں۔ انھوں نے مولانا انصاری کے دسویں عرس کے موقع پر ۱۹۸۴ء میں ماہنامہ منارٹ کا خاص شمارہ نکالا۔ اس کے اداریہ میں آپ رقم طراز ہیں:

"A Sufi whose spiritual personality changed the lives of thousands who came into contact with him."

ترجمہ: (مولانا انصاری) ایسے بلند پایہ صوفی تھے جن کی روحانی شخصیت نے ان کے متعلقین میں سے ہزاروں افراد کی زندگیاں بدل کر دکھ دیں"۔

(ماہنامہ منارٹ، جنوری، فروری، ۱۹۸۴ء، صفحہ ۵)

شیخ علی مصطفیٰ صاحب (سرینام، امریکا) کے تاثرات:

مولانا انصاری کے شاگرد رشید، جامعہ علیمہ اسلامیہ کے سابق استاذ و فاضل جلیل مولانا شیخ علی مصطفیٰ صاحب لکھتے ہیں:

"Molana was a Sufi , but his Sufism was action based on the Sunnah of Holy Prophet and pure sciences from the Quran"

ترجمہ: مولانا (انصاری) ایک صوفی تھے۔ مگر آپ کا تصوف عمل تھا جس کی اساس وبنیاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خالص قرآنی علوم تھے"۔

(ماہنامہ منارٹ، جنوری، فروری، ۱۹۸۴ء، صفحہ ۱۶)

تصوف کی تعریف اور مولانا انصاری:

تصوف کے لغوی معنی اور وجہ تسمیہ سے قطع نظر ہم یہاں اختصار سے کام لیتے ہوئے صوفیاء کی بیان کردہ تصوف کی بعض تعریفات قلم بند کر کے ان تعریفوں کا اطلاق وانطباق مولانا انصاری کی ذات بابرکات وستودہ صفات پر کر کے یہ بتائیں گے کہ مولانا انصاری ان تعریفوں پر سر تا سر پورا اترتے ہیں۔

ابو محمد حریری تصوف کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یہ ہر اعلیٰ خلق میں داخل ہونے اور ہر ذلیل خلق سے نکلنے کا نام ہے"۔

(رسالہ قشیریہ، (مترجم) صفحہ ۵۱۰)

کتانی تصوف کی تعریف یہ بیان کرتے ہیں:

"تصوف اخلاق حسنہ کا نام ہے"۔

(رسالہ قشیریہ (مترجم) صفحہ ۵۱۲)

مولانا انصاری میں اعلیٰ اخلاق کی صفت اپنے مرشد کریم کی طرح کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ چنانچہ اس بات کی گواہی مولانا ایس۔ ایچ بخاری کی زبانی کچھ یوں ہے:

"مولانا انصاری بڑے شیریں بیان اور خوش اخلاق انسان تھے۔ وہ پاکیزہ کردار کے مالک اور سچے مسلمان تھے"۔

تصوف میں اخلاق کریمانہ کی اہمیت بہت شدومد کے ساتھ مولانا انصاری نے بھی بیان فرمائی ہے۔ آپ اپنی تقریر میں فرماتے ہیں:

There can be no spirituality without morality. If morality is not high it is all a fantasy. You can not acquire spirituality".

(Islam to the Modern mind, Ch#22, Pg#272)

ترجمہ: "اخلاق کے بغیر روحانیت ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر اخلاق اعلیٰ نہیں تو روحانیت کا خیال وہم و عبث ہے۔ آپ روحانیت حاصل کر ہی نہیں سکتے"۔

آپ نے مزید فرمایا:

"روحانیت تین اخلاقی قدروں پر مشتمل ہے جن کی حفاظت اور ان پر مداومت ازبس ضروری ہے۔ ان میں پہلی سچائی، دوسری ایمانداری، اور تیسری مخلوق خدا کی خدمت ہے۔ ان تین کے مقابلے میں جھوٹ، بے

ایمانی، اور لوگوں کی دل آزاری اور ان کے احساسات و دلچسپی کی حوصلہ شکنی ہے۔ تصوف کی راہ پر قدم رکھنے کے لیے ان تینوں اخلاقی قدروں کو اپنانا نہایت ضروری ہے"۔ (Islam to the Modern mind, Ch#22, Pg#273)

چنانچہ مولانا انصاری اعلیٰ اخلاق کے مرتبہ پر نہ صرف فائز تھے بلکہ ہزاروں افراد کو اس ڈگر پر چلانے کا اعزاز بھی رکھتے تھے۔ یہ آپ کے بلند اخلاق حسنہ اور روحانی شخصیت ہی کا کمال تھا کہ آپ جہاں تشریف لے جاتے لوگ دیوانہ وار آپ پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ آپ کا خطاب سننے کے لیے مقررہ جگہ کھچا کھچ بھر جاتی۔ آپ کی خوش اخلاقی اور اعلیٰ ظرفی کے باعث ایک جہاں آپ کی تحسین و مدح سرائی میں رطب اللسان ہے۔

مولانا انصاری کا نسبی سلسلہ اور تصوف:

مولانا فضل الرحمن انصاری قادری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب عظیم صحابی رسول و مجاہد حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔(منارٹ جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۱۲)

آگے بڑھنے سے قبل حصول برکت کے لیے آپ کے جد امجد حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مختصر و دل نشین تذکرہ سپرد قلم کیا جاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے مدینہ اپنی اونٹنی "قصواء پر عازم سفر تھے اور آپ ورود مسعود مدینہ میں ہونا تھا۔ اونٹنی خراماں خراماں یثرب کی طرف رواں دواں تھی اور مدینہ کے مکین کشاں کشاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لپک رہے تھے۔ مدینہ کے

ہر باسی کی خواہش وتمنا اورامنگ وتڑپ تھی کہ رحمت عالمیان ﷺ کی ضیافت ومیزبانی کی عظیم سعادت حاصل کی جائے۔ مختلف قبائل کے رووساوسربرہان مصطفیٰ جان رحمت ﷺ سے آکر عرض گذار ہوئے: "یارسول اللہ اقم عندنا فی الودود والعدہ والمعنعۃ"۔ مگر سرور سروراں ﷺ جواب مرحمت فرماتے:خلوا سبیلھا فانھا مامورۃ۔ (ضیاء النبی، جلد سوم، صفحہ ۱۲۴)

میری اونٹنی کاراستہ چھوڑدو یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔ عجیب منظر تھا۔ غریب پرور اوردل نواز آقا کی سواری آگے بڑھ رہی تھی وارفتگی شوق میں دیوانے سراپاسوال بنے ایک دوسرے سے پوچھتے تھے۔ ایھم ھو؟ ایھم ھو؟ کون ہے وہ خوش نصیب وسعادت مند کہ جس کے ہاں سرور کونین ﷺ کی مبارک اونٹنی ٹھہرے گی۔ جو حضور ﷺ کامیزبان بنے گااور حضور ﷺ جس کے مہمان بنیں گے۔

بالآخر نبی کریم ﷺ کی اونٹنی ابوایوب انصاری کے مکان کے قریب ٹھہر گئی۔ وہ آئے اور حضور نبی کریم ﷺ کا سامان اٹھاکر اپنے گھر لے گئے۔ نبی رحمت ﷺ نے رہائش وسکونت کے لیے ان ہی کا گھر منتخب فرمایااور اس طرح ارض وسماء کے خالق ومالک کے حبیب ومحبوب اور مجتبیٰ محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء نے بڑے بڑے محلات ،کشادہ حویلیوں اور شاندار مکانات سے صرف نظر کرتے ہوئے ایک درویش صفت غلام کے گھر کواپنے قیام سے مشرف فرمایا۔

مبارک منزلے کاں خانہ راماہے چنیں باشد
ہمایوں کشورے کاعرصہ راشاہے چنیں باشد

یہ وہی ابوایوب انصاری ہیں کہ ایک باجان دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت پر پہرہ دے رہے تھے۔ حضور پرنور نے انھیں دیکھ کر اتنا خوش ہوئے کہ آپ نے ان کو اپنی دعا سے سرفراز فرمایا:

"اے ابوایوب اللہ تمہیں اپنی حفاظت وامان میں رکھے کہ تم نے اس کے نبی کی نگہبانی کی"۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر کہہ لیجئے یا آپ کی مہمان نوازی کا ثمر کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولادیں حضرت خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فضل الرحمن جیسے صوفی اور علم وفضل کے آفتاب جہاں تاب اور عزوشرف کے منیر ودرخشاں مہتاب پیدا ہوئے۔

مولانا فضل الرحمن انصاری کے آباء واجداد میں ایک صوفی بزرگ خواجہ عبداللہ انصاری گذرے ہیں جن کا تعلق "ہرات" سے تھا۔ انھوں نے علم تصوف میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ آپ ہی کا ایک واقعہ مولانا فضل الرحمن انصاری نے اپنی ایک انگریزی تقریر میں بیان فرمایا ہے جس سے تصوف میں آپ کے بلند مقام کا اندازہ ہوتا ہے:

"شیخ ابن تیمیہ اور ان کے بعد ان کے شاگر ابن قیم نے اپنے زمانے میں تصوف کی مخالفت کی اور پوری اسلامی دنیا کو للکارا (چیلنج کیا) کہ کوئی ثابت کر دکھائے کہ تصوف بھی کوئی چیز ہے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ تصوف غیر اسلامی چیز ہے۔ ابن قیم نے مصر میں بھی یہ دعویٰ کیا تو اس غیر معمولی ذہین آدمی

سے کہا گیا کہ وہ افغانستان کے مقام "ہرات" میں جا کر شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری کی کتاب "منازل السائرین" کا مطالعہ کرے۔ یہ کتاب خواجہ عبد اللہ انصاری نے قلیل مدت میں اس کتاب کو قرآن وسنت کی روشنی میں مرتب کیا تھا۔

جب ابن قیم نے اس کتاب کا مطالعہ کیا تو تقریباً ایک ماہ بعد اپنے انکار سے توبہ کی اور اس کتاب کی ایک شرح بنام "مدارج السالکین" لکھی، جو تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے"۔

مولانا فضل الرحمن انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی سلسلہ کے فیوض وبرکات تو آپ میں منتقل ہوئے ہی اس کے ساتھ ساتھ آپ کے اندر تصوف کے حوالے سے اپنے نسبی وخاندانی سلسلے کے اسرار وفیوض بھی منتقل ہوئے۔

ڈاکٹر مولانا فضل الرحمن انصاری کا روحانی سلسلہ:

مولانا انصاری عظیم المرتبت ورفیع الشان صوفی تھے۔ اورآپ کے تصوف کی بنیاد بہ قول شیخ علی مصطفیٰ (جنھوں نے آپ کی سنگت ومعیت میں ایک عرصہ گذارا) قرآن وسنت پر تھا۔ تصوف سے آپ کے انتہائی لگاؤ، شغف، لگن اور محبت کا اندازہ آپ کی تحریروں اور تقریروں بخوبی ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر آپ کے افریقہ میں فرمائے ہوئے بیانات جن میں سے اکثر تحریری صورت میں Islam to the Modern mind, کے نام سے موجود ہیں۔ تصوف سے آپ لگاؤ کا بین ثبوت اور تعلیمات تصوف کا شاہکار ہے۔ آپ نے اس میں جابہ جا تعلیمات تصوف، حقیقت

تصوف، آداب تصوف اور ایسے جعلی صوفیوں کا رد فرمایا ہے جو در حقیقت زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن ہیں۔

مولانا انصاری کے مرشد باصفا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سلسلہ قادریہ عالیہ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں اجازت تفویض فرمائی تھی۔ آپ کا روحانی سلسلہ حضرت سیدنا محمد غوث شاہ قلندری سے ہوتا ہوا سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی سے اور بطریق چشتیہ شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے ہوتا ہوا غریب نواز، سلطان الہند، عطائے رسول حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سے جاملتا ہے۔

اس کے سوا آپ کے شیخ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خلافت عطا ہوئی تھی اور آپ کی زیادہ شہرت بھی خلیفہ اعلیٰ حضرت ہی کی حیثیت سے ہوئی۔

ہو سکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں سوال پیدا ہو کہ جب شاہ عبد العلیم صدیقی کا سلسلہ حضرت محمد غوث شاہ قلندر اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے ہوتا ہو آگے جاتا ہے تو ان دونوں بزرگوں کا نام پس پردہ کیوں چلا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بہ ذات خود اپنا تعارف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان سے کرواتے تھے۔ اسی لیے آپ کی شہرت اعلیٰ حضرت کے حوالے سے زیادہ ہوئی۔ اور شاہ صاحب کی زبان مبارک حضرت غوث شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی مہاجر امداد اللہ مکی علیہ الرحمہ کے بجائے زیادہ تر اعلیٰ حضرت کے ذکر سے تر رہتی تھی۔ اعلیٰ

حضرت کی شان میں آپ نے ایک قصیدہ بھی لکھا جس سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ آپ "فنافی الرضا" کے مقام پر فائز تھے۔ وہ منقبت یہ ہے:

منقبت عبد العلیم در شان امام احمد رضا علیہ الرحمہ:

مولانا عبد العلیم صدیقی ۱۹۱۹ء میں زیارت حرمین کے لیے تشریف لے گئے۔ حج سے واپس آکر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں درج ذیل منقبت پیش کی:

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اُس سے سِوا تم ہو
قسیمِ جامِ عرفاں اے شہِ احمد رضا! تم ہو
غریقِ بحرِ اُلفت، مست جامِ بادۂ وحدت
محبِّ خاص، منظورِ حبیبِ کبریا تم ہو
جو مرکز ہے شریعت کا، مدار اہلِ طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا، وہ قطبُ الاولیاء تم ہو
یہاں آ کر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین، ایسے رہ نما تم ہو
حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ
جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو
مزین جس سے ہے تاجِ فضیلت تاج والوں کی
وہ لعلِ پُر ضیاء تم ہو وہ درِّ بے بہا تم ہو
عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جسکی صولت کو

عجم کے واسطے لا ریب وہ قبلہ نما تم ہو
ہیں سیارہ صفت گردش کناں اہل طریقت یاں
وہ قطبِ وقت اے سرخیل! جمعِ اولیاء تم ہو
عیاں ہے شان صدیقی تمہاری شان تقویٰ سے
کہوں کیوں کر نہ اَتقی کہ منیرُ الاتقیاء تم ہو
جلال وہیبت فاروقِ اعظم آپ سے ظاہر
عدوُّ اللہ پر ایک حربۂ تیغِ خدا تم ہو
تمھیں نے جمع فرمائے نکات و رمزِ قرآنی
یہ ورثہ پانے والے حضرتِ عثمان کا تم ہو
خلوصِ مرتضیٰ،خلقِ حسن، عزمِ حسینی میں
عدیمُ المثل یکتائے زمن اے با خدا تم ہو
تمہیں پھیلا رہے ہو علمِ حق اکنافِ عالم میں
امامِ اہل سنت نائبِ غوث الوریٰ تم ہو
بھکاری تیرے در کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے
بھکاری کی بھرو جھولی، گدا کا آسرا تم ہو
وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ ہر اک سائل کا حق ٹھہرا
نہیں پھرتا کوئی محروم ایسے باسخا تم ہو
علیمِ خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا

کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو[36]

علاوہ ازیں شاہ عبدالعلیم صدیقی اپنے مرشد اعلیٰ حضرت کی بہت زیادہ تعظیم وتوقیر کرتے تھے۔ ایک جگہ انھوں نے اعلیٰ حضرت کا نام مبارک اس طرح تحریر فرمایا ہے:

"اعلیٰ حضرت امام اہل سنت، مجدد ملۃ حاضرہ سیدی واستاذی حضرت مولانا شاہ احمد رضاخان صاحب بریلوی قدس سرہ القوی"۔ (ذکر حبیب حصہ دوم، ص۱۹)

جبکہ اعلیٰ حضرت نے شاہ صاحب کو اس محبت کی وجہ سے "علیم الرضا" کا لقب عطا فرمایا تھا"۔ (خلفاء اعلیٰ حضرت، ص۱۵۴)

[36] خلفائے اعلیٰ حضرت، ص۱۵۵۔۱۵۶۔

شجرۂ مبارکۂ غوثیہ نجیبیہ علیمیہ

(بزبانِ اُردو)

اے خدا! اے قدیر! اے مولا! در پہ حاضر ہے یہ فقیر ترا
بھیک دے بھیک اپنے عرفاں کی ہو عطا مجھ کو دیدۂ بینا
نارسا عقل، آدمی ناچار اور معمہ ہے یہ من و تُو کا
کیا بتاؤں یہ میں، کہ میں ہوں کون؟ کون کھولے یہ راز تُو ہے کیا؟
ہے مگر اِک ترے کرم سے اُمید دل ہوا ہے جو مائلِ اِفشا
سوجھتی ہیں اسی کو یہ باتیں تُو بناتا ہے جس کو کچھ اپنا
ہاں ذرا کھول دے یہ پردۂ راز ہاں بتادے ذرا یہ بات ہے کیا
بہ طفیلِ محمدِ عربی بہ طفیلِ علیؓ شیر خدا
شہ حسنؒ، شہ حبیبؒ، شہ داؤدؒ شاہ معروفؒ وسرّیؒ یکتا
سیّدُ الطائفہ جنیدِؒ زمن شیخ بوبکر شبلیؒ والا
عبد واحدؒ، ابو الفرحؒ ذی جاہ بو الحسنؒ، بو سعیدؒ، شاہِ ہدا
غوثِ اعظم محیؒ دینِ نبی شاہِ جیلاں امینِ ربِّ عُلیٰ
عبدِ رزّاقؒ اور ابو صالحؒ سیّد و شاہِ احمدِؒ اولیٰ
باعثِ روشنی ونور وعلو دینِ حق کے شہابؒ و شمسؒ و علاؒ
سیّدِ نورؒ وشاہِ عبدِ جلالؒ شہ قلندرؒ، ابو المعالیؒ ما
محکم دینؒ اور احمدؒ شاہ اور عبد اللطیفؒ شاہِ ہُدیٰ
شیخ درویش خان احمد شاہ شاہ عبد اللطیفؒ مردِ خدا

مدحؔ شاہ اور سیّد اعظمؔ علی شاہِ غوثِؔ علیِّ بے ہمتا
شاہِ عبد الحکیمؔ صدیقی وہ نجیبِ حبیبِ ربِّ عُلیٰ
سرور وشاہ احمدِؔ مختار شاہ عبد العلیمؔ مولانا
فضلِ رحمانؔ حافظ وعالم داعی و سالکِ طریقِ ہُدیٰ
سب کے صدقے میں اور سب کیلیے مست مجھ کو بنائیو اپنا
ہوں فنا تو تِری طلب میں مِٹوں تجھ کو پاؤں، تو پاؤں جانِ بقا
جھگڑے مٹ جائیں سب مَن وُتو کے یوں حقیقت کا راز ہو افشا
راز پاکر مقامِ حیرت میں میں کہوں بھی تو پھر کہوں گا کیا

مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ

مُہر ہے مُہر، بہرِ رازِ خدا

شجرۂ منظومہ خاندانِ چشتیہ صابریہ نجیبیہ علیمیہ

(بہ زبانِ اردو)

اے خدا! اے خالقِ جن و بشر، اے کبریا — کون سنتا ہے بجز تیرے فقیروں کی صدا
دامنِ اُمید پھیلا کر ترے دربار میں — عاجزوں کی طرح یہ اِک بے نوا ہے مانگتا
میرے مولا اس کو دے وہ نادر و نایاب بھیک — جو خزانے میں ہو تیرے مثلِ دُرِّ بے بہا
صدقہ اپنے نام کا اور اپنے پیاروں کا طفیل — میری مُنہ مانگی مرادیں مجھ کو فرمادے عطا
اِن نفوسِ پاک کا صدقہ جو ہیں تیرے حضور — راز دارِ سرِّ خاصِ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا
یعنی تاجِ انبیاء و اولیا ختمُ الرُّسُل — سیّدِ کون و مکاں حضرت محمد مصطفیٰ
شیرِ حق حضرت علیؓ اور شیخِ دیں حضرت حسنؓ — عبدِ واحدؒ اور فضیلؒ بن عیاضِ با صفا
شیخ ابراہیمؒ ادہم اور حذیفہؒ مرعشی — بوہبیرہؒ اور وہ ممشاد علوی بوالعلا
شیخ بوؒ اسحٰق شامی احمدِؒ ابدال شاہ — بومحمدؒ اور بو یوسف امامِ اولیا
خواجۂ مودودؒ اور حاجی شریفِؒ زندنی — خواجہ عثمانؒ و معینؒ الدین چشتی حق نما
خواجہ قطبؒ الدین کعکی اور شہِ گنجِؒ شکر — شہ علاؤؒ الدین صابر کلیری مخدومِ ما
شاہ شمسؒ الدین جلالؒ الدین شاہ اور عبدِ حقؒ — شاہ عارفؒ ابن احمدؒ بو محمدؒ رہ نما
عہدِ قدوسؒ و جلالؒ الدیں نظامؒ الدینِ حق — بوسعیدؒ اور وہ محبؒ اللہ شیخِ باصفا
شہ محمدیؒ اور حامد شاہِ عضدؒ الدین شاہ — سیّدی عبدؒ الرحیمِ مقتدا و پیشوا
حضرتِ نورؒ محمد علوی و جھنجانوی — جن کے نورِ باطنی سے جان و دل روشن ہوا
مرجعِ عالم رئیس الاتقیا شیخ الشیوخ — شاہِ امدادؒ اللہ فاروقی مہاجر حق رسا
رہبر راہِ طریقت حضرتِ عبد الحکیم — عاشقِ ذاتِ الٰہی و نجیبِ مصطفیٰ

قادریؔ ونقشبندیؔ سہروردی شاذلیؔ   صابریؔ چشتیؔ امیرِ حلقۂ امدادیہ
عالمِ علمِ جلی و واقفِ سرِّ خفی   احمدِ مختار صدیقی امام ومقتدا
جامع شرع و طریقت مخزنِ فضل و کمال   عارفِ رازِ حقیقت، واصلِ ذاتِ خدا
یعنی وہ سیاحِ عالم حضرتِ عبد العلیم   جن کی تبلیغی سعی سے اِک جہاں روشن ہوا
فضلِؔ رحماں نقشبندی، سہروردی، شاذلی   قادری، چشتی، علیمی سلسلے کے پیشوا
حافظِ قرآں امیں، علمِ دین وفیلسوف   سائحِ عالَم، مبلغ، سالکِ راہِ صفا

ان بزرگوں کا تصدق، ان پیاروں کا طفیل
اپنی ذاتِ پاک کا تُو مجھ کو متوالا بنا

شجرہ پڑھنے کے فوائد از مولانا انصاری:

ڈاکٹر انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے شجرہ پڑھنے کی درج ذیل حکمتیں بیان فرمائیں:

۱۔ ایک ہم شجر اس لیے پڑھتے ہیں تا کہ ہمارا اس سلسلہ سے تعلق قائم رہے جو اللہ نے ہمارے بنایا ہے۔

۲۔ جب ہم شجرہ پڑھتے ہیں تو اس کے ذریعہ ہم اپنا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قائم کرتے ہیں۔

۳۔ شجرہ کا بنایا جانا در حقیقت اللہ کے ساتھ اپنے روحانی تعلق کو جوڑنا ہے۔

(Islam to the Modern mind, Ch#19, Pg#267)

مولانا انصاری کے مطابق تصوف کی تعریف و حقیقت:

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خطاب میں تصوف کی تعریف و حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا:

"تصوف اس کے سوا کچھ نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد (Mission) کی تکمیل کی کوشش کی جائے جسے قرآن نے "التزکیہ" کے نام سے بیان کیا ہے یا کہ جو حدیث میں "الاحسان" کے نام سے مذکور ہے"۔

(Islam to the Modern mind, Ch#19, Pg#248)

اسی خطاب میں آپ نے حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرمایا کہ

"روحانی معراج یہ ہے کہ کوئی شخص بال کے برابر بھی شریعت کے دائرے سے باہر نہ جائے"۔

یہ قول بیان فرما کر مولانا انصاری نے فرمایا: "یہی تصوف ہے"۔

(Islam to the Modern mind, Ch#19, Pg#246,247)

مولانا انصاری بحیثیت شیخ و مرشد:

مولانا انصاری ایک عظیم المرتبت ورفیع الشان صوفی علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی کے تربیت وفیض یافتہ تھے۔ آپ نے مولانا انصاری کی روحانی تربیت کرکے آپ کو کندن بنادیا تھا۔ اور اس میدان میں مولانا انصاری کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے آپ کو خلافت سے نواز کر اپنی سند پر رونق افروز ہونے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ جس طرح شاہ عبد العلیم صدیقی کے دست حق پرست پر ان گنت لوگوں نے بیعت کرکے اپنی روحانی زندگیوں کو سنوارا۔ اسی طرح مولانا انصاری نے بھی اپنے شیخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بے شمار افراد کا ناطہ روحانیت سے جوڑ کر ان کی زندگیوں میں انقلاب برپا کردیا۔

شیخ بننے کی شرائط:

علماء وصوفیاء نے شیخ ومرشد بننے کی کم از کم چار شرائط بیان کی ہیں:

۱۔ سنی صحیح العقیدہ ہو۔

۲۔ صاحب سلسلہ ہو (یعنی جس کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو)

۳۔ غیر فاسق معلن ہو۔

اور ۴۔ اتنا علم دین رکھنے والا کہ اپنی ضروریات کا حکم کتاب سے نکال سکے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۲۱، ص۵۶۶)

شرائط شیخ اور مولانا انصاری

مولانا انصاری میں یہ چاروں شرائط بہ درجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ مولانا انصاری صاحب نہ صرف سنی صحیح العقیدہ تھے بلکہ اپنے عقائد میں انتہائی راسخ اور بے حد متصلب تھے۔ جس پر آپ کے آڈیو خطابات اور خطابات کا کتابی صورت میں موجود مجموعہ بہ نام Islam to the Modern mind شاہد و گواہ ہیں۔ آڈیو خطابات سننے اور خطابات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سواد اعظم اہل سنت وجماعت کے عقیدہ سے وابستہ تھے اور مخالفین سے سخت بے زار تھے۔

دوسری شرط سے متعلق آپ کا شجرہ طیبہ گذشتہ اوراق میں گذر چکا۔ تیسری شرط پر بھی آپ سر تا سر پورا اترتے تھے اور چوتھی شرط کے متعلق آپ کی کتب وخطبات دلیل وبرھان ہیں۔ خاص کر آپ کی کتاب Quranic Foundations of Muslim Society and Structure

شاہ عبد العلیم صدیقی اور شرائط شیخ:

مولانا انصاری کے شیخ طریقت مولانا عبد العلیم صدیقی شیخ کی شرائط بیان کرتے ہوئے تصوف سے متعلق اپنی شہرہ آفاق تصنیف لطیف "کتاب التصوف" مسمی بہ "لطائف المعارف" میں رقم طراز ہیں:

"جس کا سلسلہ حضور نبی کریم ﷺ تک صحیح ہو، صحیح الحواس ہو نہ کہ مجذوب مرض ومزاح کی پہچان رکھتا ہو عالم بہ کتاب اللہ ہو اور خود صحیح المزاج یعنی متبع سنت سنیہ ومعرض عن الآثام والمعصیۃ ہو۔ اگر اس میں یہ صفات موجود نہیں تو خود بھی ڈوبے گا اور تم کو بھی لے ڈوبے گا"۔(کتاب التصوف، ص۴۵)

آپ کے پیر ومرشد نے شیخ ومرشد کے لیے "متبع سنت سنیہ" کی شرط بھی بیان فرمائی ہے۔ یہ شرط آپ کے مرشد کریم کی طرح مولانا انصاری کے چہرے بشرے اورآپ کے حلیہ مبارک سے مترشح وعیاں تھی۔ اس پر فتن دور میں جب مسلمان طرب وعشرت کے نشے میں دھت ومخمور ہو کر دادِ عیش دے رہے تھے اور حضور اکرم ﷺ کی سنتوں سے اعراض وروگردانی کی جارہی تھی خاص کر عمامہ جیسی عظیم سنت تو تقریباترک ہوچکی تھی اس وقت آپ نے عمامہ شریف کو مستقل اختیار کرکے نہ صرف "من احیا سنتی عندفساد امتی" پر عمل کرکے سو شہیدوں کا ثواب پایا بلکہ "العمائم تیجان العلماء "کا بھرم بھی باقی رکھا۔

ہمارے معاشرے کا گھمبیر مسئلہ:

ہمارے معاشرے کا گھمبیر مسئلہ اور خطرناک المیہ ہے کہ ہمارا معاشرہ ان جعلی پیروں کو اپنا روحانی پیشوا تسلیم کر چکا ہے جو اقبال کے اس شعر کے مصداق ہیں:

میراث میں آئی ہے انھیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں ہیں عقابوں کے نشیمن

(کلیات اقبال، بال جبریل، ص ۸۱۳)

ایسے پیر جن کا حال بقول اقبال یہ ہے:

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے پیروں کو شیطان سے تعبیر دیتے ہوئے اپنی کتاب تصوف میں یہ شعر نقل کیا:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نہ باید داد دست

ان لوگوں نے قرآن وحدیث کی تعلیمات کو مسخ کر کے رکھا ہوا ہے، ان کی نظریں مریدین کے دلوں کے بجائے اس سے اوپر کی چیز یعنی جیبوں پر ہوتی ہیں۔ جن کے لیے بادعاء کاذبہ وکاسدہ وفاسدہ جبرئیل جنتی کھانے لاتے ہیں اور جن کی نمازیں مکہ ومدینہ میں ہوتی ہیں۔ المختصر وہ لوگ جو صورت میں تو بسطام کے بایزید ہیں مگر سیرت میں کوفہ کے یزید ہیں، "ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم"۔ (الحدیث)

مولانا انصاری اور جعلی پیر:

مولانا انصاری بھی ایسے لوگوں سے حد درجہ متنفر تھے اور اپنی تقریروں میں اس بات کا اظہار و بیان بھی فرمایا کرتے تھے۔ اپنی ایک تقریر میں فرمایا:

"مسلم دنیا میں تصوف کی حالت ابتر، خستہ حال اور روبہ تنزل ہے اور اسے اپنی اصلی حالت میں تلاش کرنا بہت مشکل ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس مقدس شعبہ کو مختلف سلسلوں کے (نام نہاد) مرشدوں نے تجارت کا ذریعہ اور ایک رسم بنالیا ہے۔ اور یہ سب عام مسلمانوں کی جہالت اور اس خدائی شعبہ کو غلط انداز سے پیش کرنے والوں کی وجہ سے ہوا ہے"۔

آپ نے ایک جگہ اور ارشاد فرمایا:

"آج تصوف کو بہت زیادہ متحرف اور خراب کر دیا گیا ہے کیونکہ ننانوے فیصد لوگ جو اپنے کو تصوف کے شیخ کے طور پر پیش کرتے ہیں تصوف کی ابجد سے بھی واقف نہیں۔ یہ ایک قسم کا کاروبار اور تجارت بن چکا ہے جو باپ سے بیٹے کو منتقل ہو جاتا ہے۔ مزارات بنا کر ان سے تجارت کر کے پیسہ کمایا جاتا ہے۔ یہ ہر گز تصوف نہیں تصوف تو اسلام ہے۔ یہ اسلامی قانون ایک جسم اور ایک روح رکھتا ہے۔ تصوف کا شریعت کی حدود میں رہنا از بس ضروری ہے"۔ (Islam to the Modern mind, Ch#19, Pg#103)

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے نمازوں سے دور ڈبا پیروں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ”روحانیت کی بلند منزل پر جانے کے لیے نماز پہلی سیڑھی ہے جو نماز ادا نہیں کرتا وہ صوفی نہیں بن سکتا“۔

مولانا انصاری اور اسلام کی بنیادیں اور درجات

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا:

”اسلام کی بنیادیں اور درجات کی تعداد بھی پانچ ہے جن میں سے ایک مسلمان کو گذرنا پڑتا ہے، وہ درجات یہ ہیں:

۱۔ حکمت، ۲۔ شریعت، ۳۔ طریقت، ۴۔ معرفت اور ۵۔ حقیقت۔

(Islam to the Modern mind, Ch#19, Pg#241,242)

تصوف پر کون سی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے:

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے بقول تصوف کے موضوع پر درج ذیل کتب کا مطالعہ کرنا چاہیے:

۱۔ فتوح الغیب (غوث اعظم)

۲۔ الفتح الربانی (غوث اعظم)

۳۔ التعرف (ابو بکر کلاباذی)

۴۔ کشف المحجوب (داتا گنج بخش علی ہجویری)

۵۔ عوارف المعارف (شیخ شہاب الدین سہروردی)

۶۔ احیاء علوم الدین (امام غزالی)

۷۔ المنقذ من الضلال (امام غزالی)

(Islam to the Modern mind, Ch#22, Pg#296,297)

قلب کا روحانی توازن کیسے؟

تصوف میں ذکر اللہ کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ مولانا انصاری نے ذکر اللہ کے حوالے سے فرمایا: ”قلب میں روحانی توازن اللہ کے ذکر سے پیدا ہوتا ہے“۔

(Islam to the Modern mind, Ch#22, Pg#268)

دل کے تزکیہ و تطہیر کے لیے مولانا انصاری کے بتائے ہوئے وظائف:

ہفتہ واری اجتماع کے وظائف:

مولانا انصاری نے جنوبی افریقہ میں اپنی تقریر میں لوگوں کو ہفتہ واری اجتماع کے لیے جو وظائف ارشاد فرمائے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ سورہ فاتحہ (سات مرتبہ)

۲۔ سورہ انشراح (انہتر دفعہ)

۳۔ درود شریف (سو مرتبہ)

۴۔ سورہ اخلاص (ایک ہزار مرتبہ)

۵۔ دوبارہ درود شریف (سو دفعہ)

۶۔ ذکر اللہ (سو بار) (Islam to the Modern mind, Ch#22, Pg#267,268)

معمولاتِ روزانہ

ا۔ فجر کی سنت و فرض کے درمیان اور اگر اُس وقت نہ ہو سکے تو فرض کے بعد وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ دو سو مرتبہ پڑھنا قلب سے وسوسوں کو بھی دور کرتا ہے اور روزی میں برکت کے لیے بھی مفید ہے۔

۲۔ بعدِ فجر و بعدِ عشا محاسبہ کیجیے یعنی سوچیے کہ رات یا دن بھر میں کس قدر گناہ سرزد ہوئے، اللہ کے ذکر سے کس قدر غفلت رہی۔ اُس پر شرمندہ ہو کر پہلے سیّد الاستغفار تین بار پڑھیے، پھر حسبِ ذیل استغفار کے صیغوں میں جو آسان ہو اُسے سو مرتبہ پڑھیے۔

(الف) اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

(ب) اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

(ج) رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ۔

(د) سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔

۳۔ کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ- ۱۰۰ بار بعد فجر و بعد عشاء۔

۴۔ اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ وَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی اخْتِیَارِیْ۔ سات بار فجر کے بعد اور سات بار مغرب کے بعد۔

اس کے پڑھنے سے دن بھر کے سب کاموں کے لیے استخارہ ہو جائے گا اور مغرب کے بعد پڑھنے سے رات بھر کے سب کاموں کے لیے استخارہ ہو جائے گا۔

۵۔ ہو سکے تو ہر نماز کے بعد ورنہ کم از کم عشا کی نماز کے بعد درود شریف کے ان صیغوں میں سے کوئی صیغہ کم سے کم ایک سو مرتبہ ضرور پڑھیے۔

مگر پڑھتے وقت یہ دھیان جمائیے کہ میں سرکارِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے درود و سلام کو سن رہے ہیں:

(الف) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

(ب) صَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتًا وَّسَلَامًا عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ۔

(ج) صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكَ وَسَلَّمَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فِیْ كُلِّ لَمْحَةٍ وَّ نَفَسٍ عَدَدَ مَا وُسِعَهٗ عِلْمُ اللّٰهِ۔ اسے اگر دو ہزار بار بعد عشا روزانہ پڑھے تو ان شاء اللہ زیارتِ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو۔

(د) صفائیِ قلب کے لیے یہ صیغہ زیادہ اچھا ہے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الطَّاهِرِ الْمُطَهَّرِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

(ہ) صحت و تندرستی کے لیے یہ صیغہ زیادہ سود مند ہے۔ ہر نماز کے بعد ۱۱ بار: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ دَآءٍ وَّدَوَآءٍ وَّصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَرَضٍ وَّ شِفَاءٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ۔

۶۔ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام روزانہ ایک بار پڑھ لیا کیجیے۔

ضرورتوں کے لیے چند خاص اعمال

۷۔ ادائے قرض کے لیے اَللّٰھُمَّ اَکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ ہر نماز کے بعد سات بار اور جمعے کی نماز کے بعد ستّر بار پڑھنا مفید ہے۔ نیز یَامَالِکُ بعد فجر ایک سو بیس بار اور یَاعَزِیْزُ بعد فجر چالیس بار پڑھنا چاہیے۔

روزی میں برکت

۸۔ یہ عمل بارہا تجربے میں آیا کہ بعد عصر روزانہ ایک ہزار ایک سو گیارہ بار یَامُغْنِیُ پڑھیں، اور اپنی آمدنی میں سے ایک حصّہ پیرانِ عظام کی ارواحِ طیبہ کو ایصالِ ثواب کی نیت سے برابر نکالتے اور جمع کرتے رہیں، مثلاً فی روپیہ ایک پائی۔ جب سال پورا ہو، اُس جمع کی ہوئی رقم کا کھانا پکا کر فقرا کو کھلائیں، یا بزرگانِ سلاسل کے نام سے کسی کارِ خیر میں لگائیں۔

سخت مشکل کے وقت

۹۔ حَسْبُنَا اللہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ چار سو پچاس مرتبہ بعد عشا پڑھنا بہت مفید ہے۔

۱۰۔ ہر مشکل اور مصیبت دور ہونے کے واسطے اگر ہو سکے تو آدھی رات کے بعد تہجد کے وقت ورنہ جس وقت چاہیں، اوّل دو رکعت نماز نفل ادا کریں۔ پھر گیارہ بار درود شریف نمبر (ج) پڑھ کر تین بار یا جتنی بار ذوق و شوق و خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھ سکیں، یہ کلمۂ طیبہ پڑھیں۔ پھر درود نمبر (ج) پڑھ کر دعا مانگیں۔ وہ کلماتِ خاص یہ ہیں:

اِلٰهِیْ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ لِتُقْضٰی حَاجَتِیْ (اس جگہ اپنی حاجت کا خیال کریں) اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ- (شجرہ طیبہ، ص۱۹،۱۷)

کم سے کم معمولات روزانہ:

فجر و عشاء کے بعد روزانہ پہلے یہ سوچیے کہ رات یا دن بھر میں کتنے گناہ سرزدہ ہوئے۔ کتنی دیر یاد خدا سے غفلت رہی۔ اپنا حساب خود کیجئے۔ غلطیوں اور غفلت پر پشیمان ہو کر سچے دل سے اول سو بار استغفار پڑھیے۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ پھر سو بار کلمہ طیبہ اور سو بار درود شریف پڑھیے۔(شجرہ طیبہ، ص۲۳، ۲۴)

مجالسِ ذکرِ خیر

۱۔ بروز عاشورہ محرم ذکرِ شہادتِ شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم بیان کیا جائے۔

۲۔ بارہویں ربیع الاوّل کو ذکرِ میلادِ مبارک سیّد المرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۳۔ گیارہویں ربیع الآخر کو ذکرِ سیّدنا غوث الثقلین قدسنا اللہ باسراره الشریفہ۔

۴۔ سوم جمادی الآخر کو میلادِ مبارک و ختمِ قرآنِ عظیم بہ تقریب عرس شریف حضرت صاحبِ طریقہ **نجیبیہ** مولانا الحاج محمد عبد الحکیم نور اللہ مرقدہٗ و رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۵۔ چھ رجب المرجب کو ذکرِ سرکار خواجہ غریب نواز اجمیری قدس اللہ سرہٗ ورضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۶۔ستائیس رجب المرجب کو ذکرِ معراجِ مبارک نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۷۔ ۲۲/ ذی الحجہ کو ذکرِ ولادت وباسعادت سیّد الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وختمِ قرآن مجید بہ تقریب عرسِ مبارک حضرت صاحبِ سلسلۂ علیمیہ مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی القادری المہاجر المدنی قدس اللہ تعالیٰ سرہ القوی و رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔(شجرہ طیبہ، ص۲۳،۲۲)

تصوف وروحانیت کی ترویج واشاعت میں مولانا انصاری کا طریق کار:

مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ دنیا کو مادیت سے نکال کر روحانیت میں داخل کرنا چاہتے تھے۔ روحانیت وتصوف کی ترویج واشاعت کے لیے درج ذیل طریقے اختیار فرمائے۔

۱۔ **تقاریر کے ذریعے:** جیساکے آپ کے آڈیو خطبات اور خطبات کے مجموعہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تقریبا ہر تقریر میں تصوف وروحانیت کی بات کرتے ہوئے نظر آتے تھے۔

۲۔ **تصانیف کے ذریعے:** جیسا کہ آپ کی متعدد تصانیف گواہ ہیں۔

۳۔ **مختلف اولیاء اللہ کے اعراس منعقد کرکے:** جیساکہ شجرہ طیبہ میں آپ نے بزرگان دین کے عرس منعقد کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

۴۔ تصوف پر مبنی کتب کی اشاعت کے ذریعے: اس طریقے کار کے ذریعے آپ نے اپنے عظیم مرشد کریم شاہ عبدالعلیم صدیقی نوراللہ مرقدہ کی گراں قدر تصنیف (کتاب التصوف) شائع فرمائی اور اس کی اشاعت کے موقع پر اس کا مقدمہ بھی تحریر فرمایا جو من و عن درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ سیّدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ واولیاء اُمتہ ط

کتاب التّصوّف مسمّٰی بہ ”لطائف المعارف“ تصوّف کے موضوع پر آج سے تقریباً پینتس سال قبل حضرت قبلہ سیدی و سندی و مرشدی و مولائی شاہ محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری نوّر اللہ مرقدہٗ (۲۳ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء) نے تصنیف فرمائی، اور پہلی بار اعظم اسٹیم پریس، حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی۔ تصوّف کے شائقین میں اس کتاب کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی اور وابستگانِ سلسلۂ عالیہ علیمیہ قادریہ اس سے مستفید ہوتے رہے۔ کچھ عرصہ ہوا اس کے تمام نسخے ختم ہوگئے، اس عرصے میں اس عاجز کے واسطے سے پاکستان میں، نیز عالمی تبلیغی اَسفار کے دوران ایشیاکے دوسرے ممالک: افریقہ، یورپ اور امریکہ میں نئے افراد سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوتے رہے ہیں۔ یہ نئے افراد بیشتر انگریزی بولنے و الے ہیں، مگر ان میں صدہا ایسے بھی ہیں جو پاکستان میں اور پاکستان سے باہر دور افتادہ علاقوں، مثلاً سر نیام (جنوبی امریکہ) میں آباد ہیں اور ان کی مادری زبان اردو ہے، ان اردو دان وابستگانِ سلسلہ کی تربیت کے لیے خصوصیت سے اس امر کی شدید ضرورت محسوس ہوئی کہ کتاب التصوف کو دوبارہ طبع کیا جائے، چنانچہ الحلقۃ العلیمۃ القادریہ

العالمیۃ کراچی کی جانب سے شجرۂ شریف، نیز ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم حصّۂ اوّل و حصّۂ دوم شائع ہو چکے ہیں۔ اس کارِ خیر میں شرکت کرنے والے حلقۂ پاکستان کے بعض اراکین ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو اس کا بہترین اجر عطا فرمائے اور تمام اراکینِ سلسلہ کو دینِ متین کی اعلیٰ ترین خدمت کی سعادت بخشے، آمین۔

سلسلۂ عالیہ علیمیہ پانچ نسبتوں یعنی قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی اور شاذلی کا حامل ہے، لیکن ان سب میں خصوصی مقام قادری نسبت کو حاصل ہے اور قادری سلوک ہی اس وقت سلسلے میں دائر، اس لیے کتاب التّصوّف کے موجودہ ایڈیشن میں اراکینِ سلسلہ کی فوری عملی ضرورت کے اعتبار سے صرف سلوکِ قادریہ کو شامل کرنے پر اکتفا کیا گیا، اصل کتاب میں دوسرے چار سلاسل کے سلوک کا جو بیان ہے اس کو ان شاء اللہ عزوجل چار جداگانہ رسالوں کی صورت میں اضافوں اور تشریحات کے ساتھ علیحدہ شائع کیا جائے گا، نیز ہپناٹزم، پر جو باب ہے اس کو ان جدید ترین تحقیقات کی روشنی میں جو یورپ اور امریکہ میں علم النفس کے اس شعبے میں جو "Parapsychology" کہلاتا ہے، از سرِ نو مرتّب کرکے پیش کیا جائے گا۔ موجودہ صورت میں یہ کتاب اراکینِ سلسلہ کی بنیادی علمی ضروریات کے لیے کافی ہے۔

درسیاتِ تصوّف کا جو نصاب وابستگانِ سلسلہ کے لیے تجویز کیا گیا ہے اس کی یہ پہلی کتاب ہے، باقی کتابیں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ یکے بعد دیگرے پیش کی جائیں گی۔

انگریزی اور دوسری زبانوں میں بھی درسیات تصوّف کا ایک نصاب اسی طرح زیرِ ترتیب ہے، اللہ تعالیٰ تکمیل کی سعادت ارزانی فرمائے، آمین! وما توفیقنا الا باللہ العلی العظیم۔

المفتقر الی اللہ الباری

محمد فضل الرحمٰن الانصاری القادری

رئیس الخلفاء سلسلۂ عالیہ علیمیہ قادریہ ۱۹۶۳

۵۔ مختلف اداروں کے قیام کے ذریعے:

جامعہ علیمیہ اسلامیہ کے مقاصد میں سے ایک مقصد طلبہ کی روحانی تربیت بھی تھا۔ چنانچہ مولانا فضل الرحمن انصاری نے ۱۹۷۱۔ ۱۹۷۲ء کے علیمیہ کے تفصیل نامے (Prospectus) میں غیر مقیم طلبہ کی سہولتیں بیان کرتے ہوئے ایک سہولت یہ بیان فرمائی کہ "تزکیہ نفس اور تعمیر سیرت کے لیے ہدایت میسر ہوگی"۔

(Prospectus, 1971-72, Pg 15)

اسی پراسپکٹس کے آخر میں آپ والدین سے گذارش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آخر میں ہم گذارش کریں گے ان والدین سے جو جدید تعلیم کے "اخلاق سوز" مظاہرے سے پریشان ہیں، جو ٹیڈی ازم او ہپی ازم کے پیروں تلے اپنی ملی خصوصیات کے روندے جانے پر لرزاں ہیں اور جو اپنی اولاد کی صحیح تعلیم و تربیت کے ذمہ داری سے عہد برآں ہونا چاہتے ہیں۔ جو ایسی تعلیم کے آرزومند ہیں جو "دین و دنیا اور روح و بدن" کے تقاضوں کو پورا کرلے۔ جو

یہ چاہتے ہیں کہ ان کے بچے ملت مسلمہ کے مایہ ناز افراد بنیں اور "اسلامی اخلاق" کے آئینہ دار ہو کر کہ وہ اپنے بچوں کو جامعہ علیمیہ اسلامیہ میں داخل کرائیں جہاں دینی اساس پر طلبہ کو پروان چڑھایا جاتا ہے اور انھیں حقیقی علمی قابلیت، دینی بصیرت اور "اخلاق حسنہ" کے ساتھ ساتھ بورڈ اور یونیورسٹی کی تعلیم بھی میسر ہوتی ہے"۔

(Prospectus, 1971-72, Pg 16)

اسی طرح ٦/رجب ١٣٩١ھ بمطابق ٢٩/ اگست ١٩٧١ء کو سلطان الہند خواجہ غریب نواز کے عرس اور جامعہ علیمیہ اسلامیہ کی تقسیم اسناد کے موقعہ پر "الوفاق العالمی للدعوۃ الاسلامیہ" کے مقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا: "دور دراز کے ممالک میں بسنے والے منتشر مسلمانوں کی دینی اور "روحانی زندگی کو منظم کرنا"۔

اور درج ذیل مقصد بھی بیان فرمایا جو خالصتاً علماء دین سے متعلق ہے فرمایا:

"ایسے علماء تیار کرنا جو علوم شرعیہ کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ میں بھی گہری واقفیت رکھتے ہوں اور " نکھرے ہوئے اسلامی اخلاق " کے حامل ہوں تاکہ وہ انسانیت کے ہر طبقے کی عمدگی اور وقار کے ساتھ رہ نمائی کر سکیں۔

(خطبہ مولانا انصاری بتاریخ ٦ رجب المرجب ١٣٩١ھ، بمطابق ٢٩ اگست ١٩٧١ء بموقع عرس خواجہ غریب نواز و تقسیم اسناد للجامعہ العلیمیہ الاسلامیہ)

اللہ جل جلالہ و عمانوالہ و اعظم شانہ واتم برہانہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن و سنت پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے اور صوفیا کی تعلیمات تصوف کو

چہار دانگ عالم میں پھیلانے کی توفیق عنایت فرمائے۔ خاص کر مولانا فضل الرحمن انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم مقاصد کی تکمیل واتمام کی توفیق ارزانی فرمائے۔

ماہنامہ اُفق کراچی، تبصرۂ کُتب

کتاب: "مبلغ اسلام علامہ مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات"

ترتیب و تحقیق: حامد علی علیمی

صفحات: ۱۴۴

قیمت: ۱۲۰ روپے
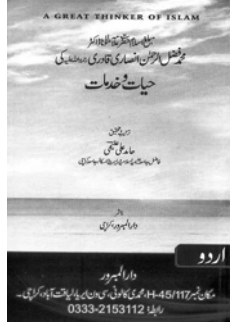
ناشر: دار المبرور، مکان نمبر 117 / H-45، محمدی کالونی، سی ون ایریا لیاقت آباد کراچی۔ فون ۰۳۳۳-۲۱۵۳۱۱۲

تبصرہ: محمد احمد ترازی

۱۴/ شعبان ۱۳۳۳ھ میں محمد خلیل انصاری کے گھر پیدا ہونے والے علامہ مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری کا سلسلہ نسب میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، مولانا فضل الرحمٰن انصاری دنیا اسلام کے مایہ ناز مبلغ اور بین الاقوامی شخصیت تھے، انھوں نے اپنی ساٹھ سالہ زندگی کا بیشتر حصہ تبلیغ اسلام میں صرف کیا اور پاکستان کے علاوہ افریقہ، امریکہ، ایشیا اور یورپ کے مختلف ممالک میں تبلیغ اسلام کے سلسلے میں نمایاں خدمات انجام دیں، جسے دنیائے اسلام میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، مولانا نے نوعمری میں قرآن پاک حفظ اور درس نظامی پر عبور حاصل کیا، اعلیٰ تعلیم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے حاصل کی، دوران تعلیم پیش آنے والے حالات کے حوالے سے مولانا خود فرماتے ہیں کہ "جامعہ علی

گڑھ سے سائنس فیکلٹی سے انٹر پاس کرنے کے بعد اسلامی عقائد کے بارے میں عجیب و غریب شکوک و شبہات دل میں پیدا ہونے لگے تھے بلکہ ایک وقت تو دماغ انکار پر مائل ہو گیا تھا، لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، عالم اسلام کے عظیم ترین مبلغ مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی اور اُن کی نگاہ کیمیا اثر نے دل و دماغ کی کایا پلٹ دی اور فکر و نظر کا دھارا صحیح سمت کو موڑا، جو دل انکار پر مائل تھا دین فطرت کی محبت اور عظمت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا گہوارہ بن گیا"۔

پروفیسر محمود حسین صدیقی لکھتے ہیں کہ "مولانا (شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ) کی ذات وہ مرکز تھی جہاں عشق و عقل آکر ملتے ہیں، سیاح عالم مولانا حافظ شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی چشم کرم نے فضل الرحمٰن صاحب کے قلب و دماغ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نور سے منور کیا"۔ جس کے بعد مولانا فضل الرحمٰن انصاری صاحب کے خیالات بدل گئے، وضع قطع میں بھی تبدیلی آگئی، مولانا نے فیکلٹی آف تھیوری میں داخلہ لے لیا، فلسفے میں مولانا ظفر الحسن اور دینیات میں خلیفہ اعلیٰحضرت مولانا سیّد سلیمان اشرف کے ایسے شاگرد بنے کہ اساتذہ بھی آپ کر فخر کرنے لگے، آپ نے کراچی یونیورسٹی سے فلسفے میں ڈاکٹریٹ کی، اپنے پیر و مرشد مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دنیا بھر کے تبلیغی دورے کئے اور ۲۲ سال آپ کی رفاقت میں گزارے، علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنی فرزندی کا شرف بھی بخشا، آپ مولانا کی سب سے بڑی صاحبزادی اَمۃ السبوح کے شوہر اور قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے بہنوئی تھے، مولانا

فضل الرحمٰن انصاری نے تحریک پاکستان میں بھی فعال حصہ لیا، آپ بابائے قوم قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی قائم کردہ کل ہند مسلم لیگ ایجوکیشن کمیٹی کے رکن بھی رہے۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری کا شمار دور حاضر کے عظیم اسلامی مفکروں اور فلسفیوں میں ہوتا ہے، آپ قدیم وجدید علوم و فنون کے ماہر اور کئی بین الاقوامی زبانوں پر عبور رکھتے تھے اور بلند پایہ انشاء پرداز اور شعلہ بیاں مقرر بھی تھے، آپ نے اپنی ساری زندگی خدمت اسلام میں بسر کی، آپ ۲۵ کے قریب معرکتہ آراء انگریزی کتابوں کے مصنف ہیں، آپ کی دو جلدوں پر مشتمل کتاب The Quranic Foundation and Structure کے بارے میں ممتاز قانون داں اے کے بروہی کہتے ہیں کہ "علامہ اقبال کے انگریزی خطبات "تشکیل جدید الٰہیات" کے بعد اگر کوئی دوسری کتاب میری نظر میں آتی ہے تو وہ یہ ہے۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کہتے ہیں: "مذہب اسلام کو سمجھنے کیلئے اب تک جو بہترین کوششیں کی گئی ہیں یہ اُن میں سے ایک ہے۔" مولانا کئی رسالوں کے مدیر بھی رہے، آپ نے تقسیم ہند سے قبل علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور قیام پاکستان کے بعد سینٹ پیٹرک کالج، سینٹ جوزف کالج، کالج آف ہوم اکنامکس اور کراچی یونیورسٹی میں لیکچرار کی خدمات بھی انجام دیں، آپ کا سب سے بڑا کارنامہ ۱۹۵۸ء میں شمالی ناظم آباد میں المرکز العالم الاسلامی (ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن) کا قیام ہے، ۳/ جون ۱۹۷۴ء کو عالم اسلام اس عظیم مبلغ، متبحر عالم دین، محقق اور مفکر سے محروم ہوگیا۔ زیر نظر کتاب "مبلغ اسلام حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاری کی حیات و خدمات" دراصل مولانا

کے علم و فضل اور شخصیت کے مختلف پوشیدہ گوشوں کی نقاب کشائی ہے، یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے، جس میں حامد علی علیمی فاضل علوم اسلامیہ و ریسرچ اسکالر جامعہ کراچی نے مولانا کی زندگی، عقائد و نظریات اور دینی خدمات کو مفصل انداز میں بیان کیا ہے، کتاب لائق مطالعہ اور قابل ستائش ہے، جس کیلئے صاحب مولف مبارکباد کے مستحق ہیں[۳۷]۔

---

[۳۷] بصد شکریہ ماہنامہ اُفق کراچی۔

تبصرہ از قلم: ڈاکٹر حافظ محمد سہیل شفیق

(استاد شعبہ تاریخِ اسلام، جامعہ کراچی)

۱۱۔ محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ (حیات وخدمات)
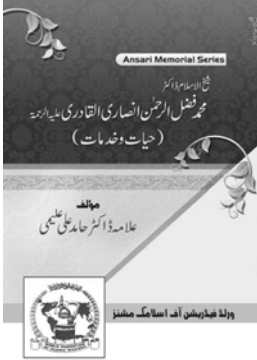
تالیف: ڈاکٹر حامد علی علیمی،

سنِ اشاعت: فروری ۲۰۱۵ء، کراچی،

ناشر: ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز،

صفحات: ۳۹۶،

قیمت: ۴۰۰،

برائے رابطہ: اسلامک سینٹر، بلاک بی، نارتھ ناظم آباد، کراچی۔

فون: ۰۲۱۔۳۶۶۴۴۱۵۶

ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری القادری، ۲۵/جون ۱۹۱۵ء مظفر نگر (یوپی۔انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ اسلامیہ میرٹھ میں حاصل کی۔ ۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۶ء تک علامہ سید سلیمان اشرف بہاری (صدر شعبۂ علومِ اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) سے قرآن و حدیث کے علاوہ علم الکلام اور تصوف کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۴۱ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے علومِ دینیہ کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ ۱۹۴۲ء میں ڈاکٹر سید ظفر الحسن کی زیرِ نگرانی "اسلامی اخلاق اور فلسفہ مابعد الطبیعات" میں پی ایچ۔ڈی۔ کے لیے تحقیقی کام شروع کیا۔ ۱۹۴۷ء میں جب تحقیقی کام مکمل ہوا تو ان دنوں ہندوستان میں ہنگامے شروع ہوگئے، ڈاکٹر سید ظفر الحسن

کراچی چلے گئے۔ اس منتقلی میں ان کے پاس موجود مولانا انصاری کا گراں قدر مقالہ گم ہو گیا۔ بعد ازاں مولانا انصاری نے جامعہ کراچی سے فلسفے میں پی ایچ۔ڈی کیا۔

مولانا انصاری اردو، عربی، فارسی، انگریزی اور جرمن زبانوں میں مہارت رکھتے تھے۔ ۱۹۳۷ء کے آخر میں تبلیغ کے لیے سنگاپور اور ملایا گئے اور وہاں سے انگریزی زبان میں "Genuine Islam" کے نام سے پہلے اسلامی ماہ نامے کا اجراء کیا۔ عیسائیوں کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے ایک کتاب "Islam and Christianity in the Modern World" کے نام سے لکھی۔

۱۹۴۹ـ۱۹۵۰ء میں مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی کے ہمراہ دنیا کے انیس ممالک کا تبلیغی سفر کیا۔ ۱۹۵۱ء میں آپ کی ایک کتاب "The Communist Challenge to Islam" شایع ہوئی۔ ۱۹۵۲ء۔۱۹۵۶ء آپ جمعیۃ الفلاح کراچی کے آرگن "Voice of Islam" کے مدیر رہے۔ ۱۹۵۴ء ۔۱۹۶۴ء کراچی کے مختلف کالجوں اور جامعہ کراچی میں بھی اسلامی مابعد الطبیعات، اسلامی فلسفۂ اخلاق، اسلامی سیاسیات اور اسلامی معاشیات کی تدریس کی۔ آپ اردو اور انگریزی زبان میں دو درجن سے زائد کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ کی ایک بہت اہم کتاب "The Quranic Foundation and the structure of Muslim Society" ہے۔ ۲۸/ اگست ۱۹۵۸ء کو ایک تنظیم کی "الوفاق العالمی للدعوۃ الاسلامیۃ " (World Federation of Islamic Mission) کے نام سے بنیاد رکھی۔ اگست ۱۹۶۲ء میں الجامعۃ العلیمیۃ الاسلامیۃ (کراچی) کی بنیاد رکھی۔ جو کہ آج دینی و عصری تعلیم کا ایک

ممتاز ادارہ ہے۔ ۳؍ جون ۱۹۷۴ء کو ڈاکٹر انصاری کا کراچی میں انتقال ہوا، اور الجامعۃ العلیمیۃ الاسلامیۃ کے احاطے میں آپ کی تدفین ہوئی۔

ہمارے پیش نظر ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کی حیات و خدمات پر مشتمل ڈاکٹر حامد علی علیمی (پ: جون ۱۹۸۳ء) کی کتاب ہے۔ اس کے باب اوّل میں ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کے آباؤ اجداد، تعلیم و تربیت و تبلیغی خدمات، تذکرۂ شیوخ و اساتذہ، افکار و نظریات، باب دوم میں عالمِ اسلام کی صورتِ حال، الوفاق العالمی للدعوۃ الاسلامیۃ کا قیام اور اس کا تعارف اور باب سوم میں اربابِ فکر و دانش کی نظر میں مولانا انصاری کی شخصیت و خدمات کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ صاحبِ کتاب ڈاکٹر حامد علی علیمی، الجامعۃ العلیمیۃ الاسلامیۃ کے فارغ التحصیل ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف و مترجم ہیں۔ حال ہی میں شعبۂ علومِ اسلامیہ، جامعہ کراچی سے اسماء الرجال کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی ہے[۳۸]۔

۳۸۔ بصد شکریہ شش ماہی الایام: مجلسِ تحقیق برائے اسلامی تاریخ و ثقافت، کراچی جلد: ۶، شمارہ: ۲، جولائی۔ دسمبر ۲۰۱۵ء۔

جامعہ علیمیہ دینی و عصری علوم کا حسین امتزاج

الجامعۃ العلیمیۃ الاسلامیۃ میں سالانہ جلسہ دستار بندی و تقسیم اسناد

تحریر: محمد احمد ترازی mahmedtarazi@gmail.com

الوفاق العالمی للدّعوۃ الاسلامیۃ یعنی ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن کا قیام حضرت علامہ ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں کی بدولت ۲۸/ اگست ۱۹۵۸ء میں عمل میں آیا، ۱۹۶۵ء میں جامعہ علیمیہ کی موجودہ عمارت مکمل ہوئی، ۲۹/ اگست ۱۹۷۱ء کو اس ادارے کی پہلی تقریب تقسیم اسناد منعقد ہوئی، جس سے اس ادارے نے ایک بین الاقوامی تعلیمی ادارے کی شکل اختیار کرلی، آج یہ ادارہ مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم القدر تبلیغی اور دینی و ملی خدمات کے اعتراف کے طور پر "جامعہ علیمیہ" بھی کہلاتا ہے۔

اس ادارے کے قیام کا مقصد دنیا بھر کی اسلامی سرگرمیوں کو ایک رابطے میں منسلک کرنا، دور دراز کے ممالک میں بسنے والے مسلمانوں کی دینی و روحانی تربیت، اندرون و بیرون ملک علمائے دین کے تبلیغی و اصلاحی دوروں کا اہتمام، مروجہ لادینی نظام تعلیم اور غیر فکر کو اسلامی سانچے میں ڈھالنا، مسلم ممالک کے نوجوانوں کے درمیان اسلامی تعلیمات اور فکر کی ترویج اور دور جدید کے مسائل کے مطابق اسلامی تعلیمات کی تشریح اور عملی زندگی میں اطلاق ہے۔ اس ادارے کو یہ اعزاز

بھی حاصل ہے کہ اس ادارے کی ابتدائی پہلی جماعت کے طلباء کا تعلق پاکستان کے علاوہ مشرقی افریقہ، جنوبی امریکہ، غرب الہند اور جنوبی افریقہ سے آئے ہوئے طلباء پر مشتمل تھا، بعد میں بتدریج فیجی، آسٹریلیا، فلپائن، انڈونیشیا، کوریا، تھائی لینڈ، سنگاپور ، سیلون، ماریشش، موزنبیق، گھانا، جرمنی اور کناڈا وغیرہ کے طلباء نے بھی اس ادارے میں تعلیم حاصل کی، آج بھی بہت سے ممالک کے طلباء اس ادارے میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

جامعہ علیمیہ کا نصب العین ایسے جامع علمائے دین پیدا کرنا ہے جو عربی زبان وادب، علوم شرعیہ اور افکار جدیدہ پر مبنی اپنی تعلیم و تربیت کے باعث عصر حاضر کے انسانوں کی صحیح رہبری ور ہنمائی کا فریضہ سر انجام دے سکیں، اس لحاظ سے دینی وعصری علوم سے مزین علماء کی تیاری میں جامعہ علیمیہ کا منصوبہ جلیل القدر مقاصد کا حامل ہے اور آج اس ادارے سے فارغ التحصیل طلبہ شیخ الجامعہ اور قابل اساتذہ کی سرپرستی میں اندورن وبیرون ملک گرانقدر دینی وملی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ جامعہ علیمیہ کراچی پاکستان محض ایک دینی درسگاہ نہیں، بلکہ یہ انگریزی نظام تعلیم کی پیدا کردہ دینی ودنیاوی تفریق کو دور کرنے کی ایک سعی بلیغ اور جامع انقلابی تعلیمی منصوبہ ہے، جس میں داخلہ کے وقت طلبا کا اولیول یا میٹرک پاس ہونا لازمی ہے، جامعہ علیمیہ کراچی یونیورسٹی سے ایفیلیٹڈ بھی ہے، اس ادارے میں دینی و عصری علوم کے حسین امتزاج سے ایسی متوازی تعلیم و تربیت کا انتظام ہے جو اسلام کی حقانیت، اسلامی نظریہ حیات کی عظمت اور اسلامی طرز معاشرت کی برتری کا طلباء میں احساس پیدا کرکے انہیں

معاشرے میں متحرک وفعال کردار ادا کرنے کا جذبہ بھی عطا کرتا ہے اور اُن کے کردار وعمل میں وہی جھلک نظر آتی ہے جس کا دین متین ایک مبلغ سے تقاضہ کرتا ہے۔

اس مقصد کے حصول کیلئے جامعہ علیمیہ نے اپنا ایک علیحدہ تعلیمی نصاب مرتب کیا ہے، جس کی خصوصیت یہ ہے کہ طلباء کی تعلیم واساس علوم دینیہ پر رکھتے ہوئے اُن میں علوم وفنون کا حسن امتزاج پیدا کیا جاسکے، جامعہ علیمیہ میں عربی زبان وادب، تفسیر واصول تفسیر، حدیث و اصول حدیث، فقہ و اصول فقہ، علم کلام و افتاء، سیرت طیبہ وتاریخ اسلام کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان وادب، منطق، قدیم وجدید فلسفہ، نفسیات وتاریخ، معاشیات، سیاسیات، عمرانیات، تقابل ادیان وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے، یہاں کی خاص بات یہ ہے کہ علوم دینیہ کی تعلیم عربی زبان اور دیگر عصری علوم کی تعلیم انگریزی زبان میں ہوتی ہے تاکہ طلباء اصل ماخذات سے پوری طرح مستفید ہوسکیں، نصابی کتب کے انتخاب میں اس اَمر کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ طلبہ عربی استعداد بڑھاسکیں اور اعلیٰ معیار پر علوم دینیہ کی ٹھوس قابلیت اور بصیرت حاصل کرسکیں۔ اس مقصد کیلئے جامعہ علیمیہ کے نصاب کو تین مراحل میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلا مرحلہ درجہ اعدادی واعلیٰ ثانوی اور درجہ عالیہ پر مشتمل ہے۔ درجہ اعدادی واعلیٰ ثانوی، تین سال پر مشتمل ہے، جس میں ابتدائی عربی، صرف ونحو، عقائد وعبادات، تجوید وقرأت اور قرآن مجید کی صورتوں کے ترجمے وتشریح اور تقابل ادیان کے ساتھ انٹر میڈیٹ سال اوّل اور دوم کے نصاب کے مطابق انگریزی، معاشیات، تاریخ اسلام منطق واسلامک اسٹڈیز کی تعلیم دی جاتی ہے۔

جبکہ درجہ عالیہ، دوسال کے نصاب پر مشتمل ہے، جس میں عربی زبان وادب، انشاء وبلاغت، تفسیر حدیث و فقہ، علم الکلام اور تقابل ادیان کے ساتھ ساتھ بی ،اے سال اوّل و دوم کے نصاب کے مطابق معاشیات ،سیاسیات، فلسفہ، تاریخ اسلام ، تقابل ادیان اور اسلامک اسٹڈیز کی تعلیم دی جاتی ہے۔ دوسرا مرحلہ درجہ کامل کہلاتا ہے جو کہ دوسال پر مشتمل ہے، اس مرحلے میں درجۃ الاجازۃ العالیہ کی سند حاصل کرنے والے طلباء کو داخلہ دیا جاتا ہے اور انہیں جامعہ علیمیہ کے نصاب کے ساتھ عربی، معارف اسلامی، معاشیات، سیاسیات اور فلسفہ وغیرہ میں کراچی یونیورسٹی سے ایم، اے کا پاس کرنا ضروری ہے، اس مرحلے میں کامیاب طلباء کو درجۃ الکامل کی سند ملتی ہے۔ جبکہ تیسرا مرحلہ درجۃ اختصاص تین سال پر مشتمل ہے، جس میں کامل سند حاصل کرنے والے طلباء کو داخلہ دیا جاتا ہے، یہ درجہ تحقیقی نوعیت ہے جس میں کامیاب طلباء درجۃ التخصص کی سند حاصل کرتے ہیں ،اس منزل پر طلباء کراچی یونیورسٹی میں داخلہ لے کر اپنے ایم، اے کے مضامین کے مطابق پی ایچ ڈی کی تکمیل کرسکتے ہیں۔ جامعہ علیمیہ میں طلباء کی رہائش کیلئے ضروری سہولتوں سے آراستہ ہاسٹل کا بھی انتظام ہے، جامعہ میں طلباء کی سہولت کیلئے ایک اعلیٰ درجے کی لائبریری بھی موجود ہے، جس میں علوم دینیہ سے متعلق عربی، اردو اور انگریزی میں کتابوں کا بیش قیمت ذخیرہ موجود ہے، یہ بات بہت اہم ہے کہ جامعہ طلباء کو نصابی کتب اور رہائش مفت فراہم کرتی ہے، جبکہ طلباء کے تزکیہ نفس اور تعمیر سیرت کیلئے جامعہ کے احاطے میں ایک عالیشان مسجد اور دارالتربیت بھی موجود ہے۔

ہفتہ ۹/ فروری ۲۰۱۳ء کو جامعہ علیمیہ کے شیخ الجامعہ نے ۴۴ویں سالانہ جلسہ دستار بندی و تقسیم اسناد کا انعقاد کیا، جس میں ملک کے ممتاز علماء کرام، دانشور، سیاسی وسماجی شخصیتوں کے علاوہ طلباء اور لوگوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی، اس مقصد کیلئے جامعہ کی مسجد کے صحن میں خوبصورت تقریب کا اہتمام کیا گیا، اس پر وقار تقریب تقسیم اسناد کی صدارت صاحبزادہ مصطفیٰ فاضل انصاری سرپرست ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن نے کی، جبکہ تقریب کے مہمان خصوصی سجادہ نشین ابو المکرم ڈاکٹر سید محمد اشرف الجیلانی دامت برکاتہم العالیہ تھے، دیگر مہمانان گرامی میں ممتاز قانون داں بیرسٹر فروغ نسیم، علامہ حیات نور صاحب پرنسپل علیمیہ اسلامک سینٹر ماریشش، مفتی عبد الحلیم ہزاروی، علامہ خلیل الرحمن چشتی، علامہ زاہد الحق، جہانگیر صدیقی، شیخ عمران الحق، حامد علی علیمی، محمد طارق خان، مولانا یحییٰ صاحب، مولانا عابد علی مسکین، مولانا محمد نعمان، قاری ظفر اور حافظ محمد شفیق صاحب وغیرہ شامل تھے۔

اس تقریب تقسیم اسناد کا آغاز قاری رضا المصطفیٰ صاحب نے تلاوت قرآن مجید سے کیا، جبکہ بارگاہ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم میں محمود الحسن اشرفی اور سہیل مصطفی قادری نے ہدیہ نعت پیش کیا۔ ورلڈ اسلامک مشن کے تحت ماریشش میں قائم علیمیہ اسلامک سینٹر کے پرنسپل ڈاکٹر حیات نور صاحب نے "۲۰ویں صدی میں اسلام کے احیاء" کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر آج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وصورت کو اپنالیا جائے تو مسائل ومشکلات سے بھری یہ دنیا چین

وامن کا گہوارہ بن سکتی ہے، انہوں نے فارغ التحصیل طلباء کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے اسلام کی بقاء اور احیاء کیلئے فعال کردار ادا کرنے بھی تلقین کی۔

"اسلامی قوانین اور عدالتی نظام، نفاذ و امکانات کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے ممتاز قانون داں بیرسٹر فروغ نسیم کا کہنا تھا کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اسلام نے انسانی زندگی کے ہر شعبے میں رہبری ورہنمائی کے جامع اصول مرتب کئے ہیں، انہوں نے کہا کہ ہمارا موجودہ عدالتی نظام اگر مکمل طور پر اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھال دیا جائے تو معاشرے سے جرائم کا باآسانی خاتمہ ہو سکتا ہے اور معاشرہ چین و امن کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ صدر مجلس صاحبزادہ مصطفیٰ فاضل انصاری نے اپنے صدارتی میں فارغ التحصیل طلباء کو مستقبل میں درپیش چیلنجز سے آگاہ کیا اور انہیں آنے والی مشکلات و دشواریوں سے نبرد آزماء ہونے کا لائحہ عمل دیتے ہوئے کہا کہ ہمیشہ ہمت، استقامت اور ثابت قدمی سے حالات کا مقابلہ کیا جائے، انہوں نے فارغ التحصیل طلباء میں اسناد و انعامات بھی تقسیم کئے، آخر میں صلوٰۃ وسلام کے بعد علامہ ڈاکٹر سید محمد اشرف الجیلانی کی دعائے خیر پر یہ تقریب سعید اختتام پزیر ہوئی[۳۹]۔

---

۳۹ بصد شکریہ جناب محمد احمد ترازی صاحب حفظہ اللہ۔ علیمی

عکسِ نوادرات

نور نور چہرے

مرشد اعلی
و بانیٔ سلسلۂ علیمیہ قادریہ :
حضرت شیخ اقدس مولانا شاہ محمد عبدالعلیم
الصدیقی القادری رح

SPIRITUAL LEADER :
HIS EMINENCE MAULANA SHAH MUHAM-
MAD ABDUL ALEEM SIDDIQUI AL-QADRI.
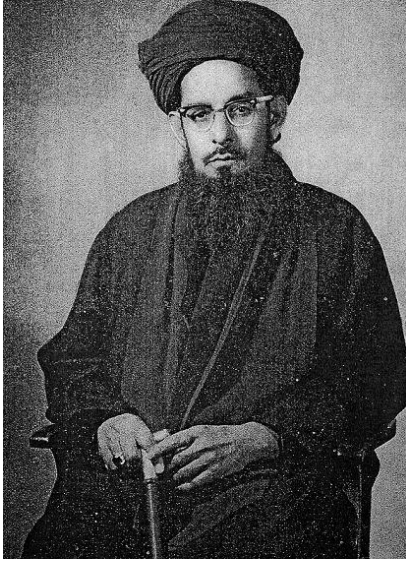
سلسلۂ علیمیہ کے رئیس الخلفاء
(مرکزی جانشین) :
شبیہ شیخ مولانا شاہ حافظ محمد فضل الرحمٰن
انصاری القادری

CHIEF SUCCESSOR :
MAULANA SHAH HAFIZ MUHAMMAD
FAZL-UR-RAHMAN ANSARI AL-QADRI.

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے!

ڈاکٹر فضل الرحمان انصاری انتقال کر گئے

کراچی ۳ر جون (اسٹاف رپورٹر) ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن کے بانی صدر ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری آج صبح یہاں حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئے ان کی عمر ۶۰ سال تھی بعد ازاں مرحوم کو المرکز اسلامی کے احاطہ میں سپرد خاک کر دیا گیا نماز جنازہ وفاقی وزارت اوقاف و حج کے مشیر جناب عبدالقادر الگیلانی نے پڑھائی مرحوم نے اپنے پیچھے ایک بیوہ ایک بیٹا اور چار بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں ڈاکٹر فضل الرحمٰن ممتاز اسلامی اسکالر اور اسلام کے بارے میں کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے انہوں نے تبلیغ اسلام کی سرگرمیوں میں نمایاں کردار ادا کیا اور ان کی تنظیم پوری دنیا میں چالیس سے زیادہ اسلامی مشن چلا رہی ہے مولانا کے انتقال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح شہر میں پھیل گئی اور ہزاروں عقیدت مند المرکز اسلامی نارتھ ناظم آباد میں جمع ہونا شروع ہو گئے ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری ۱۹۱۴ء میں مظفر نگر یوپی میں پیدا ہوئے چھ سال سات ماہ کی عمر میں وہ حافظ قرآن ہوئے ابتدائی عمر میں آپ کو عربی فارسی اور اردو کی تعلیم دی گئی بعد ازاں انہوں نے سہارنپور اسکول سے میٹرک کا امتحان اور میرٹھ کالج سے انٹر سائنس کا امتحان اعزاز

باقی صفحہ ۶ پر ملاحظہ فرمائیے

مولانا فضل الرحمٰن انصاری کا آخری دیدار (تصویر حریت)

(روزنامہ حریت کراچی، بدھ ۱۳ر جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۵ر جون ۱۹۷۴ء، نمبر ۱۴۸، ص ۱)

ممتاز مبلغ اسلام ڈاکٹر مولانا فضل الرحمٰن انصاری انتقال کر گئے

کراچی ۳ر جون (اسٹاف رپورٹر) المرکز عالم اسلامی کے بانی صدر رممتاز عالم دین ڈاکٹر مولانا محمد فضل الرحمٰن انصاری قادری کا آج صبح سوا دس بجے حرکت قلب بند ہوجانے سے انتقال ہوگیا انا للّٰہ وانا علیہ راجعون، مولانا کی عمر ساٹھ سال تھی۔ مرحوم نے اپنے پیچھے ایک بیوہ، چار لڑکیاں اور ایک لڑکا سوگوار چھوڑا ہے نماز جنازہ رات بعد نماز عشاء المرکز اسلامی شمالی ناظم آباد میں ادا کی گئی جس میں مرحوم کے عزیز و اقارب معززین شہر اور معتقدین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ مولانا انصاری کے سوئم کی قرآن خوانی بروز بدھ ۵ رجون کو عصر اور مغرب کے درمیان المرکز اسلامی میں ہوگی۔ مولانا فضل الرحمان انصاری نے مسلمانوں کی تبلیغی سرگرمیوں میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور ان کے المرکز اسلامی کے تحت دنیا کے مختلف ممالک میں چالیس اسلامی مراکز چل رہے ہیں مولانا انصاری نے اسلام پر متعدد کتابیں بھی لکھی ہیں جس میں قرآنی بنیادیں اور مسلم معاشرے کا ڈھانچہ اسلام اور عیسائیت موجودہ دنیا میں اسلام قابل ذکر ہیں ڈاکٹر انصاری نے علیگڈھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد کراچی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ رکن قومی اسمبلی مولانا ظفر احمد انصاری نے ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری کی رحلت پر سخت صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ مرحوم نے اپنی پوری زندگی اسلام کی علمی اور تبلیغی خدمت کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ بیرون ملک بھی ان کی تبلیغی سرگرمیاں بہت کچھ موثر رہی ہیں۔ ان کی تازہ ترین تصنیف پر ملک کے متعدد دانشوروں نے خراج تحسین پیش کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی خدمات پر اجر عظیم عطا کرے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل دے۔ ممتاز شاعر اور ادیب مولانا ماہر القادری نے ایک تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ ڈاکٹر انصاری کی وفات حسرت آیات ملت اسلامیہ کے لئے ایک سانحہ ہے۔

(روزنامہ جنگ کراچی، جلد ۳۸، بدھ ۱۳/ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۵/ جون ۱۹۷۴ء، نمبر ۱۴۹، ص ۱)

موتُ العالِم موتُ العالَم

ڈاکٹر مولانا فضل الرحمٰن انصاری کی وفات ایک جانکاہ حادثہ ہے، جسے خاص طور پر علماء اور مبلغین اسلام کے حلقوں میں بڑی شدت کے ساتھ محسوس کیا گیا ہے۔ مرحوم ایک ایسے عالم تھے جن کی دونوں آنکھیں روشن تھیں وہ ایک طرف علوم دینی پر بھی گہری نظر رکھتے تھے اور دوسری طرف جدید علوم و نظریات سے بھی اچھی طرح واقف تھے، اسی قابلیت کی بنا پر ان کی تصانیف جدید اذہان کو متاثر کرنے اور خصوصاً غیر مسلموں کو اسلام کی طرف مائل کرنے میں نہایت موثر ثابت ہوئی ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن کو جس بنا پر ماہرین علوم اسلامی کے درمیان ایک امتیاز حاصل رہا ہے وہ ان کی تبلیغی مساعی ہیں جو پوری دنیا خصوصاً یورپ و افریقہ کے ممالک تک اپنے اثرات پھیلاتی رہی ہیں۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز کے بانی صدر تھے اور اس کے تحت پوری دنیا میں چالیس مراکز اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور تعلیم و تربیت کا کام اس وقت انجام دے رہے ہیں۔ اب ہم مرحوم کی ان خدمات جلیلہ کی قدر صرف اسی طرح کرسکتے ہیں کہ ان کے مشن کو باقی رکھا جائے اور اس کے لئے صلاحیتیں اور وسائل فراہم کرنے میں کسی کوتاہی سے کام نہ لیا جائے اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات کو قبول فرمائے، آخرت میں اعلیٰ ترین درجات عطا فرمائے اور اپنی مغفرت و رحمت سے نوازے۔

(روزنامہ جنگ کراچی، جلد ۳۸، بدھ ۱۳/ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۵/ جون ۱۹۷۴ء، نمبر ۱۴۹، ص ۳)

ڈاکٹر انصاری کی وفات پر گورنر کا اظہار تعزیت

کراچی ۴ جون (اسٹاف رپورٹر) گورنر سندھ بیگم رعنا لیاقت علیخان نے ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن کے صدر ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کی وفات پر تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے ایک تعزیتی پیغام میں کہا ہے کہ ان کی موت نہ صرف پاکستان کے لئے بلکہ عالم اسلام کے لئے ایک عظیم نقصان ہے۔ جمعیت علماء پاکستان کراچی کے صدر صوفی ایاز خان نیازی، اور پاکستان عوامی علماء پارٹی کے جنرل سکریٹری مولانا محمد یوسف ہمین نے مختلف بیانات میں ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے۔

سید آصف علی نائب امیر جماعت اسلامی کراچی نے مولانا فضل الرحمن انصاری کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے اور اسے زبردست ملی نقصان قرار دیا ہے سید آصف علی نے ایک تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ مولانا فضل الرحمن انصاری برسہا برس سے دینی خدمات انجام دے رہے تھے، پاکستان کے علاوہ افریقہ، ایشیا اور یورپ کے مختلف علاقوں میں انہوں نے تبلیغ دین کیلئے شاندار خدمات انجام دی ہیں ان کی وفات سے عالم اسلام ایک ذی علم اور پرخلوص شخصیت سے محروم ہوگیا، تاہم ان کی شخصیت اور خدمات کو عالم اسلام ہمیشہ یاد رکھے گا۔

(روزنامہ جنگ کراچی، جلد ۳۸، بدھ ۱۴/ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۶/ جون ۱۹۷۴ء، نمبر ۱۵۰، ص ۶)

مولانا فضل الرحمٰن انصاری کو خراج عقیدت

کراچی ۷ر جون (اسٹاف رپورٹر) مرکزی جماعت اہلسنت کے ناظم اعلیٰ مولانا سید سعادت علی قادری نے مولانا فضل الرحمٰن انصاری کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان ایک باصلاحیت و باکردار عالم دین اور مبلغ اسلام سے محروم ہو گیا ہے انہوں نے کہا کہ مرحوم کی مذہبی خدمات ناقابل فراموش ہیں مولانا نے امید ظاہر کی کہ المرکز کی منتظمہ کمیٹی اپنے حسن انتظام سے مرحوم کے مشن کو جاری رکھے گی انہوں نے یقین دلایا کہ جماعت اہلسنت المرکز الاسلامی سے ہر ممکن تعاون کریگی تاکہ اس عظیم مبلغ کی یاد کو ہمیشہ باقی رکھا جا سکے۔

تحریک احیاء خلافت اسلامیہ پاکستان کے صدر عبدالحرمتہ ساجد نے اپنے ایک بیان میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری کی موت کو سانحہ عظیم قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مرحوم کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

(روزنامہ جنگ کراچی، جلد ۳۸، ہفتہ ۱۶ر جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۸ر جون ۱۹۷۴ء، نمبر ۱۵۲، ص ۷)

مبلغِ اسلام ڈاکٹر مولانا فضل الرحمن انصاری مرحوم و مغفور

مسلم غازی

وہ امامِ عصر وہ جانِ جہاں رخصت ہوا
"مرکزِ اسلام"¹ کا رُوحِ رواں رخصت ہوا

تاثریا جس نے پھینکی علم و دانش کی کمند
وہ فقیہہ و فلسفی وہ نکتہ داں رخصت ہوا

کون سمجھائے گا ہم کو تیرے اسرار و رموز
اے کلام اللہ تیرا ترجماں رخصت ہوا

ہوگئی تاریک راہِ علم و عرفاں یک بہ یک
وہ چراغِ نور وہ منزل نشاں رخصت ہوا

عمر بھر دیتا رہا جو درسِ علم و آگہی!
وہ خطیب العصر وہ شعلہ بیاں رخصت ہوا

وہ سراپا کیف و مستی وہ سراپا درد و سوز
وہ مسیحائے نظر وہ حرزِ جاں رخصت ہوا

جانے کن راہوں میں بھٹکے کاروانِ زندگی
کاروانِ زندگی کا پاسباں رخصت ہوا

چھوڑ کر غازی جہانِ آگہی کو سوگوار
علم و دانش کی زمیں سے آسماں رخصت ہوا

¹ المرکز الاسلامی

(روزنامہ جنگ کراچی، جلد ۳۸، جمعرات ۲۱/ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۱۳/ جون ۱۹۷۴ء، نمبر ۱۵۷، ص ۲)

رباعی تاریخ وفات

حضرت مولانا محمد فضل الرحمان انصاری مرحوم

تبلیغ سے کی بلند اسلام کی شان
تعلیم کی شمعیں بھی جلائیں ہر آن
پوچھو کوئی محرمانِ علم دیں سے
جولاں گہِ علم دیں تھے فضل الرحمان

۱۹۷۴ء

راغب مرادآبادی

(روزنامہ جنگ کراچی، جلد ۳۸، ہفتہ ۲۳/ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۱۵/ جون ۱۹۷۴ء، نمبر ۱۵۹، ص ۲)

المرکز العالم اسلامی کراچی میں مرحوم ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری کو ایصال ثواب کرنے کے لئے فاتحہ خوانی ہوئی تصویر میں سید عبدالقادر جیلانی شاہ احمد نورانی سینیٹر ظفر نعمانی اور مولانا ظفر احمد انصاری نظر آرہے

(روزنامہ جنگ کراچی، جلد ۳۸، جمعہ ۱۵/ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۷/ جون ۱۹۷۴ء، نمبر ۱۵۱، ص ۲)

دوبئی میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی موت پر اظہار تعزیت

دوبئی ۲۰ جون (جنگ نیوز) پاکستان اسلامیہ سیکنڈری اسکول دوبئی کی انتظامیہ کے جنرل سکریٹری محمد سلیم اور پرنسپل محمد صدیقی نیز بزم ادب کے نائب صدر تو قیر احمد خاں نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن کے ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری کی موت ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ انھوں نے کہا کہ مولانا انصاری نے ورلڈ فیڈریشن اسلامک مشن کیلئے جو کارنامے انجام دیئے ہیں ان کی یاد ہمیشہ ہمیشہ تازہ رہے گی۔

(روزنامہ جنگ کراچی، جلد ۳۸، ہفتہ ۳۰/ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۲۲/ جون ۱۹۷۴ء، نمبر ۱۶۶، ص ۲۲)

روزنامہ جنگ کراچی (۳) ۲۵ جون ۱۹۷۴ء

موتُ العالِم موتُ العالَم

محمد محمود حسین صدیقی

مولانا ڈاکٹر شاہ محمد فضل الرحمٰن انصاری قادری رحمۃ اللہ نادر روزگار جامع الکمالات ہستی تھے۔ مولانا موصوف نہ کسی مملکت کے سربراہ تھے نہ سیاسی لیڈر اور نہ سرمایہ دار پھر بھی آپ کا مقام سارے عالم اسلام میں لاکھوں مسلمانوں کے دل میں تھا۔ مسلمان ہی نہیں بلکہ سارے عالم میں غیر مسلم صاحبان علم بھی آپ کے معترف تھے۔ یوں تو ہر ذی روح کے لئے موت مقدر ہے۔ کسی کو اس سے مفر نہیں۔ لیکن بہت کم ایسے ہوتے ہیں جنھیں دنیا ایک عرصہ دراز تک روتی ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مولانا فضل الرحمٰن صاحب اس صدی کے ایسے ہی عظیم ترین مفکر اور مبلغ دین تھے۔ ان کے بدل کی تلاش میں نگاہیں ہر سو اٹھتی ہیں اور مایوس لوٹ جاتی ہیں۔ مولانا نے نو عمری میں حفظ کیا تھا وہ حافظ قرآن تھے۔ لیکن کسی حافظ قرآن کو ان کا بدل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ انھوں نے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کیا تھا۔ اور بہت سے فلسفہ کے پی ایچ ڈی ہوں گے مگر وہ مولانا کے بدل نہیں سمجھے جا سکتے۔ وہ درس نظامیہ کے فاضل تھے۔ وہ صوفیہ کے مشہور سلاسل قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور شاذلیہ کے تربیت یافتہ مسند بیعت و ارشاد پر فائز تھے۔ نہ صرف وہ علوم قطعیہ یعنی طبعیات، ریاضیات و حیاتیات میں ماہرانہ بصیرت رکھتے تھے بلکہ علوم عمرانی، تاریخ، معاشیات سیاسیات و نفسیات میں بھی کامل تھے۔ اس بے مثال جامعیت کے ساتھ ——— قرآن و حدیث، فقہ و کلام میں بڑی غائر نظر رکھتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے تمام عصری علوم کی تحصیل، دین اسلام کے حقائق و رموز پر دستگاہ حاصل کرنے کی پاک غرض سے کی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کریم نے اس صدی میں علوم قرآنیہ کے بیان کے لئے مولانا انصاری کو پیدا فرمایا تھا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآن کریم کی جمع و قرأت کے ساتھ ساتھ معارف قرآنی کے بیان کو بھی اپنے ذمہ لیا ہے۔ بقول تعالیٰ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَہٗ (قرآن کریم کا بیان ہماری ذمہ داری ہے) ہر زمانہ میں روح عصر کے مطابق قرآن حکیم کی توضیح و تشریح کے لئے اللہ عزوجل ایسے افراد پیدا فرماتا رہتا ہے۔ یہ الٰہی وعدہ ہے۔ قرآن کی حفاظت کے تعلق سے اور اس کی قرأت و تلاوت کے تعلق سے اللہ نے اپنا وعدہ جس طرح پورا فرمایا ہے۔ دشمنان اسلام کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ اسی طرح ان کے بیان کو بھی اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ خواہ دنیا وی جاہ و حشم کے دروازے یکسر بند ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ پھر بھی خادمین قرآن پیدا ہوتے رہیں گے۔ مگر مولانا فضل الرحمٰن انصاری کو خادمین قرآن میں ایک امتیاز خاص حاصل ہے۔ کئی علوم و فنون کی انتہا پر پہنچنے کے بعد ان کے امتزاج سے جو بے نظیر بالغ نظری پیدا ہوتی ہے وہ مولانا کا حق تھا۔

مولانا کی ذات وہ مرکز تھی جہاں عشق و عقل دونوں آ کر ملتے ہیں۔ سیاح عالم مولانا حافظ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قادری کی چشم کرم نے فضل الرحمٰن صاحب کے قلب و دماغ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نور سے منور کیا تھا۔ ایک مبلغ اسلام کی خصوصیات میں بنیادی چیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت ہے اور یہ محبت کی چنگاری کسی محبت میں فنا اللہ والے کی نظر سے ہی منتقل ہوتی ہے اور پھر شعلہ بن کر جسد خاکی کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ تب ہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کام سے وابستگی اور اس میں ہمہ تن انہماک پیدا ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان کی دولت سے نوازتی ہے اور ایمان قلب و نظر کو اس طرح منور کر دیتا ہے کہ مومن کی ساری زندگی اس کا سارا وجود خصوصیت کے ساتھ اس کے ذرائع ادراک اور فکری قوتیں حقیقت الحقائق کی طرف سے اسی شدت کے ساتھ متوجہ ہو جاتی ہیں۔ کہ وہ جو سوچتا ہے وہ مطابق کتاب و سنت ہوتا ہے وہ جو کرتا ہے وہ اخلاص اور عدم نفاق کی بنا پر اسوۂ حسنہ سے قریب تر ہو جاتا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنا دشوار نہیں ہے۔ محبت وہ جذبہ ہے جو ہر دوسرے جذبہ پر غالب رہتا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ جذبہ مخالف و متصادم کی تو اس درجہ بیخ کنی اور استیصال ہو جاتا ہے کہ اس جذبہ کا نام و نشاں بھی باقی نہیں رہتا اور پھر یہ امر واقعہ ہے کہ محبت کی آگ میں قلب کا تزکیہ جب مکمل ہو جاتا ہے تو قلب مومن عرش اللہ کا مصداق بن جاتا ہے اور قلب کا دوسرا دروازہ جو علم باطن اور علم لدنی کی سمت ہے وہ پوری طرح سے وا ہو جاتا ہے اور ایسی فراست عطا فرما جاتا ہے کہ اس کے آگے مادی ذرائع علم سے حاصل ہونے والا ادراک ہیچ اور بے قیمت ہو جاتا ہے اور اس علم کی سطحیت واضح ہونے لگتی ہے اور کج فکری اور کج نظری سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

حضرت قبلہ پیر و مرشد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پہلا دنیا کا دورہ کرنے کے بعد مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے گزیٹیڈ عہدہ سے مستعفی ہو کر مطالعہ کے لئے خود کو وقف کر لیا تھا۔ توکل اور قناعت پسندی کے ساتھ گزر بسر کی مگر اپنے کام میں لگے رہے۔ سنہ ۱۹۶۵ء میں میری پہلی ملاقات مولانا سے مسجد میں ہوئی تھی۔ مولانا نے فرمایا تھا کہ میں روزانہ اٹھارہ گھنٹے مطالعہ کرتا ہوں۔ مولانا فرماتے تھے جامعہ علی گڑھ سے سائنس کی فیکلٹی سے انٹر پاس کرنے کے بعد اسلامی عقائد کے بارے میں عجیب شکوک و شبہات دل میں پیدا ہونے لگے تھے۔ بلکہ ایک وقت تو دماغ اینگلو ٹائل ہو گیا تھا۔ اسی اثناء میں مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کیمیا اثر نے فضل الرحمٰن کو اپنا نشانہ بنایا۔ پھر کیا تھا دنیا ہی بدل گئی۔

مری دنیا بدل دی لرزش ابروئے جاناں نے

کے مصداق فضل الرحمٰن صاحب نے فیکلٹی آف تھیولوجی میں داخلہ لے لیا اور لباس وضع قطع یکسر تبدیل کر دی۔ امتحان میں اوّل بدرجہ اوّل کامیاب ہوئے۔ مولانا ظفر الحسن صاحب کے فلسفہ میں اور مولانا سید اشرف صاحب کے دینیات میں ایسے شاگرد بنے کہ اساتذہ زمانہ طالب علمی ہی میں فضل الرحمٰن صاحب پر فخر کرنے لگے۔

فضل الرحمٰن صاحب انگریزی زبان میں سحر انگیز تقریر فرماتے تھے۔ یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں ممتاز اہل علم کے مجمع میں بارہا آپ نے تقریر فرمائی۔ بے شمار اہل علم مولانا کی تقریر سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ چالیس کتابوں کے مصنف تھے۔ قرآن حکیم پر اپنی نوعیت کا منفرد کام ابھی ابھی QURANIC FOUNDATIONS AND STRUCTURE OF MUSLIM SOCIETY کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں دنیا کے سامنے آیا اور ہاتھوں ہاتھ خرید لیا گیا۔ اب دوسرا ایڈیشن شائع ہونے والا ہے۔

مولانا کی علمی خدمات اور تبلیغی مساعی کا اعتراف دنیا نے کیا۔ مگر میری نظر میں مولانا کا ایک کارنامہ اور ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ کریم نے مولانا کی مساعی کو مشکور فرمایا۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی توفیق خاص سے مولانا کے ہاتھوں ایک جامع تعلیمی اور تبلیغی منصوبہ کو باوقار عملی شکل عطا فرمائی۔ جو جامعہ علیمیہ اسلامیہ کے نام سے المرکز الاسلامی میں قائم ہے اور اسی کے احاطہ میں مولانا محمد فضل الرحمٰن انصاری آسودہ خواب ہیں اس ادارے سے فارغ ہونے والے طلبہ و اساتذہ مولانا کی زندگی کے مشن کو لے کر آگے بڑھیں گے اور نور علم سے عالم اسلام کو منور کریں گے اللہ مولانا کے دلدادگان کو مولانا کے قائم کردہ ادارہ کی پرخلوص خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

(روزنامہ جنگ کراچی، جلد ۳۸، منگل ۴/جمادی الثانی ۱۳۹۴ھ، ۲۵/جون ۱۹۷۴ء، نمبر ۱۶۹، ص ۳)

مولانا انصاری کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی

سید آصف علی

کراچی ۴؍ جون (اسٹاف رپورٹر) نائب امیر جماعت اسلامی کراچی سید آصف علی نے مولانا فضل الرحمٰن انصاری کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے اور اسے زبردست ملی نقصان قرار دیا ہے سید آصف علی نے ایک تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ مولانا فضل الرحمٰن انصاری طویل مدت سے دینی خدمات انجام دے رہے تھے پاکستان کے علاوہ افریقہ ایشیا اور یورپ کے مختلف علاقوں میں انہوں نے تبلیغ دین کے لئے شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ ان کی وفات سے عالم اسلام ایک ذی علم اور پرخلوص شخصیت سے محروم ہو گیا۔ تاہم ان کی شخصیت اور خدمات کو عالم اسلام ہمیشہ یاد رکھے گا۔

(روزنامہ جسارت کراچی، جلد ۷، جمعرات ۱۴؍ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۶؍ جون ۱۹۷۴ء، نمبر ۸۷، ص ۳)

سندھ اسمبلی میں ڈاکٹر انصاری کے انتقال پر تعزیتی قرارداد پیش کرنے کی اجازت نہیں ملی

کراچی ۴؍ جون (اسٹاف رپورٹر) سندھ اسمبلی کے اجلاس میں آج عالمی شہرت یافتہ مبلغ اور ممتاز عالم دین مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری کی وفات پر اسپیکر جناب غلام رسول کیہر نے مسلم لیگ کے جناب جی اے مدنی کو تعزیتی قرارداد پیش کرنے کی اجازت نہیں دی انہوں نے کہا کہ یہ قرارداد ایوان میں پیش نہیں کی جا سکتی اگر اراکین چاہیں تو مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کے لئے فاتحہ پڑھ سکتے ہیں لیکن پیپلز پارٹی کے آغا صدرالدین نے اعتراض کیا جس کے بعد اسپیکر نے فاتحہ خوانی کی اجازت بھی نہیں دی۔

(روزنامہ جسارت کراچی، جلد ۷، جمعرات ۱۴؍ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۶؍ جون ۱۹۷۴ء، نمبر ۸۷، ص ۳)

ڈاکٹر انصاری جید عالم اور مبلغ تھے

مصر کے نائب وزیر اعظم کا خراج عقیدت

کراچی ۱۰ جون (اسٹاف رپورٹر) مصر کے نائب وزیر اعظم ڈاکٹر عبدالعزیز کامل آج مرحوم ڈاکٹر فضل الرحمان انصاری کے اسلامک سنٹر گئے اور ان کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ ڈاکٹر کامل نے ڈاکٹر انصاری کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور کہا کہ ان کے انتقال سے عالم اسلام ایک جید عالم، مفکر اور اسلام کے مبلغ سے محروم ہو گیا ہے انہوں نے کہا کہ میں اسلام کی تبلیغ کے لئے ڈاکٹر انصاری کے طریقہ کار سے بہت متاثر ہوں جو تعلیم یافتہ اور ذہین افراد کو متاثر کرتا تھا

(روزنامہ جسارت کراچی، جلد ۷، جمعرات ۲۸/ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۲۰/ جون ۱۹۷۴ء، نمبر ۱۰۰، ص ۴)

مولانا انصاری کی یاد میں تعزیتی جلسہ

کراچی ۲۲ جون (اسٹاف رپورٹر) ممتاز عالم دین مولانا فضل الرحمٰن انصاری کی یاد میں جمعیت الفلاح کے زیر اہتمام اتوار ۲۳ جون کو ۶ بجے شام ایک تعزیتی جلسہ ہوگا۔ پروفیسر اے بی اے حلیم جلسہ کی صدارت کریں گے جب کہ جناب حسین امام، پروفیسر محمود حسین صدیقی، اور دیگر رہنما مولانا انصاری کی خدمات پر روشنی ڈالیں گے جو انہوں نے تعلیمی تبلیغی اور دینی میدان میں انجام دی ہیں

(روزنامہ جسارت کراچی، پیر ۳/ جمادی الثانی ۱۳۹۴ھ، ۲۴/ جون ۱۹۷۴ء، نمبر ۱۰۴، ص ۵)

نمازِ جنازہ کے بعد دعا کی جارہی ہے

پیر کی شام کو مبلغ اسلام ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری کی نماز جنازہ کے بعد دعا کی جارہی ہے (جنگ فوٹو)

(روزنامہ جنگ کراچی، جلد ۳۸، بدھ ۱۳/ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ، ۵/ جون ۱۹۷۴ء، نمبر ۱۴۹، ص ۸)

تقریبِ سوئم کی ایک جھلک (روزنامہ حریت، کراچی)

مولانا فضل الرحمن انصاری کے سوئم کے سلسلے میں بدھ کی شام کو اسلامک سنٹر ناظم آباد میں قرآن خوانی ہوئی ہے مولانا شاہ احمد نورانی اور عراق کے سابق سفیر سید عبدالقادر گیلانی کے علاوہ متعدد علماء نے قرآن خوانی میں شرکت کی ۔ تصویر: حریت

ڈاکٹر انصاری کی ذات اسلامی دنیا کا بہترین سرمایہ تھی

انھوں نے افریقہ ایشیا اور یورپ میں نمایاں تبلیغی کام کیا تھا۔ مختلف رہنماؤں کا بیان

لیاری جنرل اسپتال کے عملہ نے ہڑتال ختم کر دی

ہمیں جان و مال کا تحفظ دیا جائے۔ عملہ کا مطالبہ

Fazlur Rahman Ansari dies

By Our Staff Reporter

Dr. Maulana Fazlur Rahman Ansari, 60, Founder-President of the World Federation of Islamic Missions, died of heart attack here yesterday morning.

Till recently he was under treatment at the Institute of Cardiovascular Diseases and had returned home only last Thursday. He suffered another severe heart attack at 10.15 yesterday morning which proved fatal.

Dr. Ansari was a noted authority on Islam and author of several books including "Quranic Foundation and Structure of Muslim Society"; "Islam and Christianity"; Islam in the Modern World" and "What is Faith". He studied at the Aligarh Muslim University and obtained a Doctorate in Philosophy from the Karachi University.

He leaves behind a widow, four daughter and a son. He was laid to rest last night in the premises of the Islamic Centre which he had founded in North Nazimabad. His Namaze Janaza was attended by eminent Ulema, students and admirers in large numbers.

Dr. Fazlur Rahman Ansari was known for his prominent role in Muslim missionary activities both in the country as well as abroad. His Organisation runs over 40 Islamic Missions all over the world.

He taught comparative religions and Islamiat for several years at the Karachi University.

(Daily Dawn Karachi, 12 Jamadi ul Awwal, 1394, Tuesday, June 4, 1974, p 1)

A missionary of Islam

THE death in Karachi of Dr. Maulana Fazlur Rahman Ansari, at 60, will be mourned in the entire Muslim world as the passing of a missionary-scholar of remarkable persuasion and depth. As the Founder-President of the World Federation of Islamic Missions, operating over 40 centres in various countries, he was an able bearer of the tradition which Maulana Abdul Aleem Siddiqui had established in the propagation of Islam. He was well versed not only in Islam but also in modern social sciences, with a Ph.D. in philosophy. He was thus able to perform the essential task of restating Islam for the modern man better than many other religious scholars. Known as an exponent of Dynamic Orthodoxy as compared to Conservatism and Modernism, he was an author of several books. The high point of his scholarship was the two-volume 'The Qur'anic Foundations and Structure of Muslim Society', in English, which was launched only six months ago. It was widely acclaimed as a valuable contribution on Islam in terms of the application of the Quranic principles to the problems of our age. There are not many scholars like him and his death leaves a void, specially because the need to explore Islam's relevance to contemporary thought is becoming more acute with the upsurge of Islam.

(Daily Dawn Karachi, 13 Jamadi ul Awwal, 1394, Wednesday, June 5, 1974)

6 DAWN WEDNESDAY, JUNE 5, 1974

SOYEM AND QUR'AN KHWANI

SOYEM AND QUR'AN KHWANI OF D[R.] MAULANA MUHAMMAD FAZL-UR-RAHMA[N] AL ANSARI AL-QADERI, PRESIDENT WORL[D] FEDERATION OF ISLAMIC MISSIONS WI[LL] BE HELD AT ISLAMIC CENTRE MOSQU[E] B-BLOCK, NORTH NAZIMABAD, KARAC[HI] BETWEEN 5.00 P.M. AND 7.00 P.M. ON WE[D]NESDAY, 5TH OF JUNE, 1974.
FOR LADIES QUR'AN KHWANI WILL BE HEL[D] AT HIS FAMILY RESIDENCE AT ISLAM[IC] CENTRE AT THE SAME TIME.

Governor condoles death of Maulana Ansari

Begum Ra'ana Liaquat Ali Khan, Governor Sind, yesterday condoled the death of Dr. Maulana Fazlur Rahman Ansari, President of the World Federation of Islamic Missions.

In a condolence message to his family, she said the death of Dr. Ansari was a great loss to Pakistan and to the whole Muslim world. As a noted teacher, scholar and authority on Islam his books received wide acclaim, she added.

She also prayed for the courage to the bereaved family to bear the great loss and Allah's blessings for the departed soul.

THE SUN
KARACHI, Wednesday, June 5, 1974 — Jamadi-ul-Awwal 13, 1394 A.H. *Price 35 P (By Air 40 P)
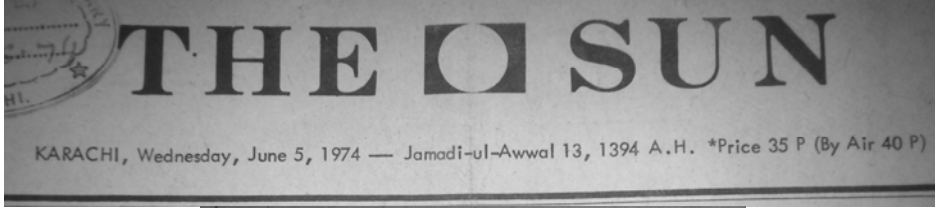
Governor condoles Ansari's death

THE Governor of Sind Begum Liaquat Ali Khan has condoled the death of Dr Maulana Fazlur Rahman Ansari founder President of World Federation of Islamic Missions.

In a condolence message to his family, she said that Dr. Ansari was a great loss to Pakistan and to the whole Muslim world. As a noted teacher, scholar and authority on Islam, his books received wide and justified acclaim, she added.

She expressed a sense of deep sorrow and prayed that may the Almighty grant strength and courage to the bereaved family in bearing the great loss. She also prayed for an eternal peace and Allah's blessings for the departed soul. --PPI

مقالاتِ شامِ ہمدرد
۱۹۷۲ء
موضوع : احترام
مرتّبہ
حکیم محمد سعید

احترام علم و حکمت ——— کراچی ——— ۲۱ ستمبر ۱۹۷۲ء

حکیم محمد سعید، جناب سید سبط نبی نقوی، ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری (صدر)

جناب سبط نبی نقوی (مقرر)، حکیم محمد سعید، ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری

ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری تقریر کر رہے ہیں
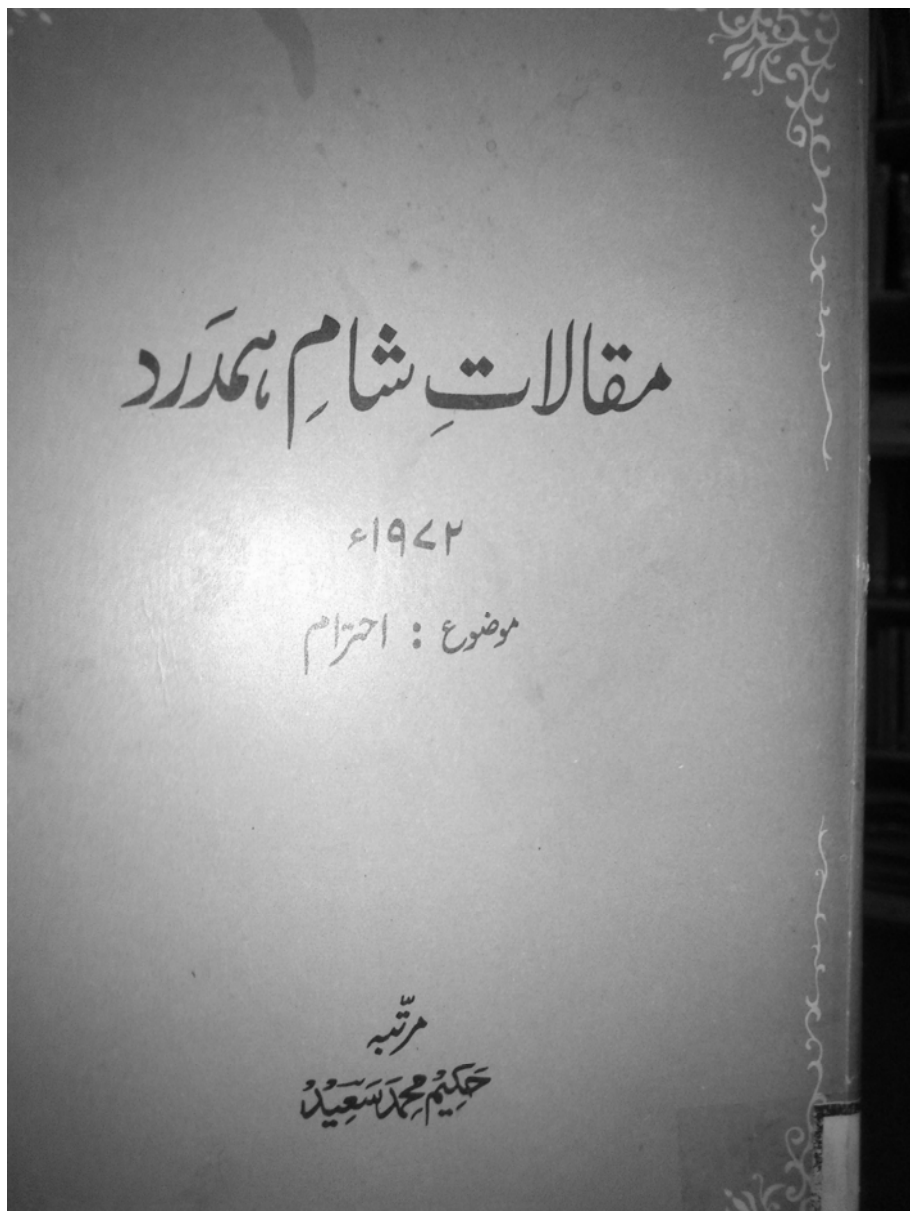
ادارہ تحقیق و نشریات اسلامی کی جدید مطبوعات

Ansari Memorial Series